ماہ نامہ

ہمدرد نونہال

جولائی ۲۰۱۰ء

A touch of garlic
like never before!
Young's
FRENCH
Mayo
Garlic
مایو ثوم
صرف =/10 روپے میں
e30ml
For one time use only.
Young's
FRENCH
Mayo
Garlic
مایو ثوم
200ml
پیش ہے آپ کا پسندیدہ ینگز مایونیز اب Garlic کے ذائقے میں۔
بار۔بی۔کیو، پراٹھا رول اور تمام فرائیڈ کھانوں کے ساتھ...
لگاتے جائیں...
اور کھاتے جائیں
Young's
SPREAD HEALTH. SPREAD LIFE.

یادگار: شہید پاکستان حکیم محمد سعید

اشاعت کا ۵۸واں سال

ماہ نامہ
ہمدرد نونہال

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیر اعلا
مسعود احمد برکاتی

شمارہ ۷
جلد ۵۸

جولائی ۲۰۱۰ عیسوی
رجب المرجب - شعبان المعظم ۱۴۳۱ ہجری

قیمت فی شمارہ
۲۵ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۲۶۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۲۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۴۰-امریکی ڈالر

ٹیلے فون ———— 36620945 سے 36620949
ایکسٹینشن ———— (054 یا 052 یا 066)
ٹیلے فیکس نمبر ———— 92-021) 36611755
ای میل ———— hfp@hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان ———— www.hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) ———— www.hamdardlabswaqf.org
ویب سائٹ ادارۂ سعید ———— www.hakimsaid.info

دفتر ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

ہمدرد ایجوکیشن سوسائٹی اور ہمدرد فاؤنڈیشن نے عظیم نونہالانِ پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف
بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابل قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر
ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر	عبدالہادی بن عاصم قائم خانی، میرپور خاص

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

میں تمھارا کان ہوں
شہید حکیم محمد سعید
۶۴
اعضا بولتے ہیں
اس بار کان اپنی اہمیت بیان کر رہا ہے

جاگو جگاؤ	۴	شہید حکیم محمد سعید
پہلی بات	۵	مسعود احمد برکاتی
حمد باری تعالیٰ	۶	محمد مشتاق حسین قادری
روشن خیالات	۱۳	ننھے گلچیں

جھونپڑی سے شاہی محل تک
طالب ہاشمی
۷
ایک ظالم بھائی اور مظلوم بہن
کی خوب صورت تاریخی کہانی

گنتی (نظم)	۱۴	کرشن پرویز
کوڈو کی ہار	۱۵	ابرار محسن
نونہالوں کو نصیحت (نظم)	۳۴	پروفیسر محمد ظریف خان
بیت بازی	۳۹	خوش ذوق نونہال

پنسل چور - اُڑن چھو
معراج
۲۱
ایک بدنیت بونے اور
ایک جادوگرنی کی مزے دار کہانی

اُڑنے والی گلہری	۴۰	پروفیسر ڈاکٹر سہیل برکاتی
معلومات کا خزانہ - پاکستان کرونیکل	۵۱	مسعود احمد برکاتی
ہنسی گھر	۵۵	ننھے مزاح نگار
ہنڈ کلیا	۵۸	مہوش حنا ملک - انعم غوری

بھیا اور بہنا
ثاقبہ رحیم الدین
۳۵
بنگال کے بھولے بھالے
بہن بھائی کی دردناک لوک کہانی

درختوں کی چھاؤں میں (نظم) ۵۹ شمس القمر عاکف
علم دریچے ۶۰ نکتہ داں نونہال
نونہال مصور ۶۷ ننھے آرٹسٹ
نونہال ادیب ۷۹ ننھے لکھنے والے

مداری
مہ گل حبیب
۴۵
اپنے فن میں ماہر ایک
شعبدے باز کی سنسنی خیز کہانی

آیئے مصوری سیکھیں ۸۹ غزالہ امام
مسکراتی لکیریں ۹۱ ادارہ
تصویر خانہ ۹۲ ادارہ
ہمدرد نونہال اسمبلی ۹۳ سید علی بخاری - حیات محمد بھٹی

بلاعنوان انعامی کہانی
شمس الحسن
۶۹
اس دل چسپ کہانی کا عنوان بتا کر
انعام میں ایک کتاب لیجیے۔

مزدوری کیا لوگے؟ (آخری ٹکڑا) ۹۷ اشرف نوشاہی
آدھی ملاقات ۱۰۵ نونہال پڑھنے والے
معلومات افزا - ۱۷۵ ۱۱۰ سلیم فرخی
انعامات بلاعنوان کہانی ۱۱۳ ادارہ
جوابات معلومات افزا - ۱۷۳ ۱۱۶ ادارہ
نونہال لغت ۱۲۰ ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد

شہید حکیم محمد سعید

کی یاد رہنے والی باتیں

جاگو جگاؤ

بعض لوگوں سے اگر کوئی بُرائی سرزد ہو جاتی ہے تو اُن کو اس کا احساس ہوتا ہے۔ وہ اس کو اچھا نہیں سمجھتے، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بُرائی کر کے بھی اس کو بُرا نہیں سمجھتے۔ یہ بات زیادہ بُری ہے اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ اپنا محاسبہ خود نہیں کرتے، اپنا جائزہ خود نہیں لیتے۔ اگر ہر آدمی اپنا، اپنے کاموں کا جائزہ خود لیتا رہے تو اس کے خیال اور عمل کی اصلاح خود بہ خود ہوتی رہے۔ اگر انسان سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اس کو ماننا چاہیے۔ اس طرح انسان آیندہ غلطیوں سے بچ سکتا ہے۔

قرآن مجید ہمیں سبق دیتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کا محاسبہ خود کریں اور غور کریں کہ جو زندگی ہم گزار رہے ہیں اور جو کام ہم کر رہے ہیں، وہ صحیح ہیں یا غلط؟ نیک ہیں یا بد؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل عطا فرمائی ہے۔ ہمیں اپنی عقل سب سے پہلے اپنے اعمال کے حساب کے لیے استعمال کرنی چاہیے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، وہ اچھائی کے خانے میں رکھے جانے کے قابل ہے یا بُرائی کے خانے میں۔ اگر ہم یہی نہیں سمجھیں گے کہ ہم نے غلط کام کیا ہے تو اس کی اصلاح کیسے کریں گے؟ ایک بیمار آدمی کو اگر یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ بیمار ہے تو وہ علاج کرنے کی کوشش کیوں کرے گا۔

جب ہمیں ایک دن اپنا حساب کرنا ہے تو بہتر ہے کہ یومِ حساب سے پہلے خود بھی اپنا حساب کرتے رہیں۔ سارا جھگڑا تو یہی ہے کہ ہمیں اپنی غلطیوں کا احساس اور اعتراف نہیں ہے۔ ہمیں صرف دوسروں کی غلطیاں نظر آتی ہیں۔ اگر روزانہ رات کو سونے سے پہلے دن بھر کا حساب کر لیا کریں تو دوسرا دن بڑا اچھا اور اچھائیوں میں گزرے گا۔ (ہمدرد نونہال جنوری ۱۹۸۹ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

محبت ایک ایسی بجلی ہے جو دلوں کو
روشن کر کے زندگی کو چمکا دیتی ہے

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

ابھی خاص نمبر کی تیاری اور تکمیل کی تھکن نہیں اُتری تھی کہ جولائی کا یہ شمارہ تیار کرنا پڑا۔ کیا کریں، کام تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ عمل ہی کا دوسرا نام زندگی ہے۔ ہم نے بھی محنت سے ہار ماننا نہیں سیکھا۔ محنت کو ہرانا سیکھا ہے۔ جولائی کا شمارہ مکمل کر ڈالا اور اب یہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

آپ خاص نمبر پڑھ چکے؟ شاید ابھی کچھ صفحات باقی ہوں، کوئی ہرج نہیں، ان بقیہ صفحات کے بعد یہ جولائی کا شمارہ پڑھ لیجیے۔

خاص نمبر تو ہماری اُمیدوں سے بھی زیادہ پسند کیا گیا۔ اللہ کا شکر ہے اور آپ کا شکریہ۔ بعض نونہالوں نے شکایت کی ہے کہ انھیں خاص نمبر نہیں مل سکا۔ وہ بُک اسٹال پر پہنچے تو دکان دار نے کہا کہ خاص نمبر تو ختم بھی ہوگیا، اس لیے آیندہ خیال رکھیں اور یہ نہ سوچیں کہ کل لے لیں گے۔ یوں بھی کل کب آتی ہے۔ پھر یہ بھی ہوا کہ بعض بُک اسٹال والوں نے خاص نمبر کی مقبولیت کا صحیح اندازہ نہیں کیا اور زیادہ کاپیاں نہیں لیں۔ بہر حال جن نونہالوں کو خاص نمبر نہیں مل سکا، وہ اپنے دوست سے لے کر پڑھ لیں۔

بعض نونہالوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ چھٹیوں میں خاص نمبر کا مزہ بھی خاص ہوتا ہے۔ واقعی چھٹیوں کا اس سے اچھا مصرف کیا ہوسکتا ہے کہ خوب مطالعہ کیا جائے۔

بعض نونہال ایسی کہانیوں کو دوبارہ شائع کرنے کی فرمایش کرتے ہیں جو ہمدرد نونہال میں پہلے چھپ چکی ہیں اور ان کو بہت پسند آئی ہیں۔ ایسے نونہالوں کو میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ صرف ایسی کہانیوں کی فرمایش کیا کریں جن کو چھپے ہوئے کم سے کم دس سال ہو گئے ہوں۔

اچھا اب آپ یہ شمارہ پڑھیں اور مزے لیں۔ ☆

حمد باری تعالیٰ

محمد مشتاق حسین قادری

دانا ہے اور بینا ، خبیر و علیم ہے
شہ رگ سے تُو قریب ہے ، دل میں مقیم ہے

منّان ہے تُو ، سب کا ہی پروردگار ہے
بندۂ گناہ گار ہوں میں ، تُو کریم ہے

اک حرفِ کُن سے پیدا ہزاروں جہاں کیے
تُو واقعی جلیل و عزیز و عظیم ہے

ماں سے زیادہ کرتا ہے بندوں سے پیار تُو
بندہ نواز ! تُو ہی رؤف و رحیم ہے

بندے کو تیری بندگی سے روکتا ہے جو
شیطان ہے وہ لقمہء نارِ جحیم ہے

مشتاقؔ اس کی نعمتوں کا شکر کر ادا
جواد ہے جو صاحبِ لطفِ عمیم ہے

جھونپڑی سے شاہی محل تک

طالب ہاشمی

بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ظفر الدین شاہ قاچار ایران کا بادشاہ تھا۔ایک دن بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھا تھا۔تمام وزیر اور امیر اپنی اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور حاجت مند اپنی اپنی عرضیاں بادشاہ کی خدمت میں پیش کر رہے تھے۔یہ دربارِ عام کا دن تھا،جس میں بادشاہ نے ہر شخص کو دربار میں آ کر اپنی فریاد پیش کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ فریادی پر واقعی ظلم ہوا ہے تو بادشاہ ظالم کو سزا دیتا تھا اور فریادی کو اس کا حق دلاتا تھا۔

اتنے میں ایک برقع پوش خاتون دربار میں داخل ہوئی اور ایک عرضی بادشاہ کی خدمت میں پیش کی۔یہ عرضی اتنی خوش خط لکھی ہوئی تھی کہ اس کو دیکھ کر آنکھوں میں روشنی آ جاتی۔خوش خط ہونے کے ساتھ اس عرضی کی عبارت اتنی عمدہ تھی کہ فوراً دل پر اثر کرتی۔عبارت کا مضمون تھا:

''بادشاہ سلامت! اللہ آپ کا اقبال بلند کرے۔میں ایک غریب اور لاچار لڑکی ہوں۔دنیا میں میرا کوئی سہارا نہیں۔کئی سال ہوئے میرے محلے کے ایک نوجوان سے میری منگنی ہو گئی تھی۔اس نے قسم کھا کر وعدہ کیا تھا کہ کچھ عرصے بعد وہ مجھ سے شادی کرلے گا۔اسی اُمید پر میں نے دوسرے لوگوں کی طرف سے آنے والے پیام نامنظور کر دیے۔جب وعدہ پورا کرنے کا وقت آیا تو اس نوجوان نے میرے ساتھ شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔وہ کہتا ہے کہ میں نے کبھی ایسا وعدہ نہیں کیا۔

جنابِ عالی! میں ادب کے ساتھ درخواست کرتی ہوں کہ اس شخص کو بلا کر مجبور کریں کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق میرے ساتھ شادی کرے،ورنہ میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔''

یہ عرضی پڑھ کر بادشاہ حیران بھی ہوا اور اس کو ہنسی بھی آئی،کیوں کہ اس سے پہلے کسی لڑکی کی طرف سے ایسی عجیب عرضی اس کی نظر سے نہیں گزری تھی۔اس نے خاتون سے پوچھا:''بی بی! وہ شخص

تمھارے ساتھ شادی نہ کرے لی کیا وجہ بتاتا ہے؟''

لڑکی نے کہا: ''جناب! وجہ کیا پیش کرے گا، وہ تو یہ مانتا ہی نہیں کہ اس نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا تھا۔''

بادشاہ بولا: ''اس کا نام کیا ہے اور وہ کہاں رہتا ہے؟''

لڑکی نے کہا: ''اس کا نام نصیر الدین ہے اور وہ دستکاروں کے محلے میں رہتا ہے۔''

بادشاہ نے خیال کیا کہ شاید یہ لڑکی بدصورت ہوگی، اسی لیے نصیر الدین نے اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا ہے۔ اس نے لڑکی سے کہا: ''بی بی! تمھارے ساتھ پورا انصاف ہوگا، لیکن کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک بار تمھارا چہرہ دیکھ لوں۔''

پھر اس نے اپنے وزیروں اور دوسرے درباریوں سے کہا کہ وہ ذرا ایک طرف ہو جائیں تاکہ کسی اور کی نظر لڑکی کے چہرے پر نہ پڑے۔ وہ سب ایک طرف ہو گئے تو لڑکی نے اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا دیا۔ اس کو دیکھ کر بادشاہ ہکا بکا رہ گیا۔ وہ لڑکی بے حد خوب صورت تھی اور اس کی بھولی بھالی صورت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دکھی ہے۔

بادشاہ نے لڑکی سے کہا: ''اب اپنا نقاب چہرے پر ڈال لو۔ میں نصیر الدین کو ابھی بلواتا ہوں اور اس معاملے کی تحقیق کرتا ہوں۔ اگر یہ ثابت ہو گیا کہ وہ واقعی اپنے وعدے سے پھر گیا ہے تو اسے اپنا وعدہ پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔''

لڑکی نے عرض کی: ''حضور! وہ بہت چالاک ہے۔ اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کی باتیں بنائے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ پوری تحقیق کیے بغیر اس کی باتوں پر یقین نہیں کریں گے۔''

بادشاہ نے لڑکی کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ تمھارے ساتھ پورا انصاف ہوگا۔

پھر بادشاہ نے چار سپاہیوں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور فلاں محلے سے نصیر الدین کو اپنے ساتھ

لاکر میرے سامنے پیش کرو۔

سپاہی تھوڑی دیر بعد نصیر الدین کو اپنے ساتھ لے آئے اور اسے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔

بادشاہ نے نصیر الدین سے مخاطب ہو کر کہا: ''ہم نے سنا ہے، تم نے اس لڑکی سے نکاح کا وعدہ کیا تھا، لیکن اب تم اپنے وعدے سے پھر گئے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو تمھیں اسی وقت ہمارے سامنے اس لڑکی سے نکاح کرنا ہوگا۔''

اس خاتون نے پھر اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا دیا اور نصیر الدین کی طرف دیکھنے لگی۔ جب نصیر الدین نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی تو فوراً بولا: ''حضور! کیسا وعدہ اور کیسا نکاح؟ اس لڑکی سے میرا نکاح نہیں ہوسکتا۔''

بادشاہ نے کڑک کر پوچھا: ''کیوں؟''

نصیر الدین نے کہا: ''حضور! یہ لڑکی تو میری سگی بہن ہے۔ اس سے میرا نکاح کیسے ہوسکتا ہے۔''

بادشاہ بولا: ''تم نہایت مکار آدمی ہو۔ تمھیں میرے سامنے بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی۔''

نصیر الدین نے کہا: ''حضور! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ میری ماں جائی بہن ہے۔ جس محلے میں ہم دونوں ایک ہی گھر میں پلے بڑھے، وہاں کے لوگ اس بات کو جانتے ہیں۔ آپ حکم دیں تو میں ابھی اپنے بزرگ رشتے داروں کو بلا لاتا ہوں، اگر وہ یہ گواہی دیں کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تو حضور جو سخت سے سخت سزا چاہیں مجھے دیں۔''

بادشاہ نے کہا: ''ٹھیک ہے، تم ابھی جا کر گواہوں کو اپنے ساتھ لاؤ اور میرے سامنے پیش کرو۔''

کچھ دیر بعد نصیر الدین لمبی سفید داڑھیوں والے دو بوڑھوں کو اپنے ساتھ لے آیا اور بادشاہ کی خدمت میں عرض کی: ''حضور! یہ دونوں بزرگ ہمارے بہت قریبی رشتے دار ہیں۔ ان دونوں سے آپ قسم دے کر پوچھ لیں کہ یہ لڑکی میری سگی بہن ہے یا نہیں۔''

بادشاہ نے دونوں بوڑھوں سے کہا: ''تم دونوں قسم کھا کر بیان دو کہ یہ لڑکی نصیرالدین کی سگی بہن ہے یا نصیرالدین جھوٹ بول رہا ہے؟''

دونوں بوڑھوں نے باری باری قسم کھا کر بیان دیا کہ یہ لڑکی واقعی نصیرالدین کی سگی بہن اور ان کی قریبی رشتے دار ہے۔

لڑکی جواب تک خاموش کھڑی تھی، بوڑھوں کا بیان ختم ہوتے ہی آگے بڑھی اور بڑے جوش کے ساتھ کہنے لگی: ''بادشاہ سلامت! نصیرالدین اور یہ دونوں بوڑھے سچے ہیں۔ میں واقعی نصیرالدین کی سگی بہن ہوں، لیکن پچھلے دو برسوں میں مجھ پر جو کچھ بیتی، وہ بھی سن لیں۔ کوئی دو سال پہلے ہمارے ماں باپ فوت ہو گئے تھے۔ ان کے مرنے کے بعد میرے بھائی نصیرالدین نے ماں باپ کی چھوڑی ہوئی تمام دولت، جائیداد اور مکان پر قبضہ کر لیا۔ جب میں نے اس سے اپنا حق مانگا تو بے رحم بھائی نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ اس کے بعد آج کے دن تک میں کرائے کے ایک معمولی مکان میں رہ رہی ہوں۔ یہ مکان کیا ہے، ایک چھوٹی سی جھونپڑی ہے، جس میں لوگوں کے کپڑے سی کر اور چکی پیس کر میں بڑی مشکل سے گزارا کر رہی ہوں۔ جب کام نہ ملے تو مجھے فاقے بھی کرنے پڑتے ہیں۔ میرے ماں باپ امیر لوگ تھے اور انھیں مجھ سے بڑی محبت تھی۔ انھوں نے مجھے بڑے لاڈ پیار سے پالا اور جو چیز میں نے مانگی، انھوں نے فوراً لا کر دی، لیکن اس ظالم بھائی کو مجھ پر ذرا ترس نہیں آیا۔ ان دو برسوں میں جس قدر مصیبتیں میں نے جھیلی ہیں، وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا، میں نے قاضی کی عدالت میں اپنے حق کا دعوا کیا۔ اسی نصیرالدین نے جو حضور کے سامنے مجھے اپنی سگی بہن مان رہا ہے، قاضی کی عدالت میں قسم کھا کر بیان دیا تھا کہ میں ہرگز اس کی بہن نہیں ہوں اور وہ مجھے جانتا تک نہیں۔ یہی دونوں بوڑھے جو آج قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ میں نصیرالدین کی سگی بہن ہوں، قاضی کی عدالت میں قسم کھا کر یہ بیان دے چکے ہیں کہ میں نصیرالدین کی بہن نہیں ہوں اور میرا دعوا جھوٹا ہے۔ ان تینوں کے بیانات اور دستخط قاضی کے رجسٹر میں موجود ہیں۔ حضور منگوا کر دیکھ لیں۔ جب یہ تینوں حضور کے سامنے مان چکے ہیں کہ میں

نصیرالدین کی سگی بہن ہوں تو میری درخواست ہے کہ حضور میرے ماں باپ کی جائیداد اور مال سے میرا حصہ دلوا دیں تاکہ میں اپنی زندگی عزت اور آرام کے ساتھ گزار سکوں۔''

خاتون کی باتیں سن کر بادشاہ اور دربار میں موجود لوگ حیران رہ گئے۔ بادشاہ نے گرج کر نصیرالدین سے پوچھا: ''کیوں نصیرالدین! جو کچھ تیری بہن نے بیان کیا، وہ سچ ہے؟''

نصیرالدین کا ڈر کے مارے بُرا حال تھا۔ اس نے کانپتے ہوئے کہا: ''حضور! میری بہن سچی ہے۔ میں نے واقعی اس پر بہت ظلم کیا اور اس پر میں بہت شرمندہ ہوں۔ وہ مجھ سے اسی وقت اپنا حق لے سکتی ہے۔ اللہ کے لیے مجھے معاف فرما دیں۔''

بادشاہ نے کہا: ''ہرگز نہیں، تمھیں اپنے کیے کی سزا ضرور ملنی چاہیے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ تمھیں گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا جائے اور تمھاری تمام جائیداد تم سے لے کر تمھاری بہن کو دے دی جائے۔''

اس کے بعد بادشاہ نے ان دونوں بوڑھوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''او بدبختو! تمھیں قاضی کی عدالت میں جھوٹی گواہی دیتے ہوئے شرم نہ آئی۔ تم قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے ہو۔ تمھیں تو چاہیے تھا کہ اللہ سے ڈرتے اور نصیرالدین کو اپنی بہن پر ظلم کرنے سے روکتے، مگر تم نے اُلٹا ایک یتیم لڑکی کو دکھ دیا۔ اب جھوٹی گواہی دینے کی سزا بھگتو۔ میں حکم دیتا ہوں کہ تمھیں دو سال کے لیے جیل میں ڈال دیا جائے۔''

اس کے بعد بادشاہ نے لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا: ''تم نے اپنا مقدمہ جس لیاقت اور ذہانت سے لڑا ہے، وہ تعریف کے لائق ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اپنی عرضی تم نے کس شخص سے لکھوائی تھی؟''

خاتون نے کہا: ''جناب! یہ عرضی میں نے خود لکھی تھی۔''

پھر بادشاہ نے اس سے کچھ اور سوال کیے، جن کے جواب اس نے ایسے اچھے طریقے سے دیے کہ وہ حیران رہ گیا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ لڑکی بہت پڑھی لکھی ہے اور کئی ہنر بھی جانتی ہے۔ اب بادشاہ نے اس سے کہا: ''بی بی! ہمارے خیال میں تم ایران کی ملکہ بننے کے لائق ہو۔ اگر تم یہ بات

منظور کرو تو ہم اگلا قدم اُٹھائیں؟''

لڑکی نے شرما کر اپنی گردن جھکا لی اور کہا: ''حضور! میں التجا کرتی ہوں کہ میرے بھائی اور ان بوڑھوں کو رہا کر دیں۔ میں ان کو معاف کرتی ہوں۔ ساری جائیداد بھی بھائی کو مبارک رہے، میں اپنا حصہ نہیں لیتی۔''

بادشاہ نے ان کو رہا کر دیا اور پھر کچھ دن بعد اس لڑکی سے شادی کر لی۔ اس طرح ایک غریب لڑکی اپنی لیاقت کی بدولت جھونپڑی سے شاہی محل میں پہنچ گئی۔ ☆

اشاعت سے معذرت

☆ **کراچی:** ایمان داری کا پھل، بندر کی سزا، پرائے پھنسے میں ٹانگ اڑانا، اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں، ہرن اور شیر، میرا خواب، پچھتاوا، زندگی اور صبر، علم کی طاقت، ڈولفن مچھلی کے انوکھے جذبات، انس اور احد کی باتیں، میں کتاب ہوں، مہمان کا رزق پہلے پہنچا دیا جاتا ہے، بے حس لوگ، سامانِ آخرت، بُرے کا انجام بُرا، بدی کا انجام، فرض کا احترام، حکمت کی باتیں، ساتویں بیٹی، قائداعظم محمد علی جناح، بینگن شہزادی، اچھائی، سُکھی، درویش کی دانائی، کہانی کی چوری، امی ابو، مکہ معظمہ، پرستان کی سیر، سبق، جھوٹ کی سزا۔ **نظمیں:** اوٹ پٹانگ، بلّے۔ **حیدرآباد:** اسپائیڈر مین، دعا۔ **ٹنڈو میر علی:** ۱۴-اگست، ماں کیا ہے۔ **جھول:** محنت کا پھل۔ **ٹنڈو الہیار:** تعلیم کی کمی۔ **دوڑ (نواب شاہ):** میری کتابیں۔ **سکھر:** برتھ ڈے (نظم)۔ **جھڈو:** لالچ بُری بلا، غرور کا سر نیچا۔ **لاڑکانہ:** ولادتِ رحمۃ اللعالمین۔ **لاہور:** غریب کی مدد۔ **ماموں کانجن (فیصل آباد):** لمحہ فکریہ! کیا ہم واقعی مسلمان ہیں۔ **ٹیکسلا:** کام کام اور کام کرو (نظم)۔ **ملتان:** بہترین امت، سُستی کا انجام، یہ زندگی، ماسٹر کرم دین۔ **شکر درہ (اٹک):** شرارت کی سزا۔ **کندیاں:** انوکھے درخت۔ **راولپنڈی:** ایمان داری کا انعام۔ **اسلام آباد:** والدین کے حقوق۔ **کالا گجراں (جہلم):** ڈنڈا پیر، لمبی عمر، غصہ (نظم)۔ **حویلیاں:** حکیم عبداللہ کا مرغ اور دانا۔ **واصو (جھنگ):** کرکٹ سے وقت اور مال کا دیوالیہ۔ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سلطان الاثمار (آم)۔ **اوتھل:** بے وقوف بکری، ارم کی گڑیا۔ **ڈیرہ اللہ یار:** شوق، خوش قسمت بھولا۔ **کوہک دشت:** تعلیم۔ **ککی (بنوں):** دوست ہو تو ایسا ہو۔ **مقام ندارد:** حضرت داؤد علیہ السلام۔ ☆

روشن خیالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بہترین کام وہ ہے، جو اعتدال سے کیا جائے۔

مرسلہ: محمد شعیب مصطفٰی، سرگودھا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کسی سے اپنی ناراضی کو اتنا طویل مت کرو کہ وہ تمھارے بغیر ہی جینا سیکھ لے۔

مرسلہ: مبشر مہدی، کراچی

حضرت امام حسینؓ

بزدلی یہ ہے کہ آپ حق کے لیے آواز نہ اُٹھائیں۔

مرسلہ: سیدہ بانو کوثر رضوی، ملیر کراچی

محترمہ فاطمہ جناح

اپنی مملکتِ خداداد کی بے لوث خدمت کریں اور اپنی تمام تر قوتیں اور صلاحیتیں ملک کو مستحکم اور طاقت ور بنانے میں صرف کریں۔

مرسلہ: امجد سہیل، کراچی

ابوالکلام آزاد

غلامی کے چاہے کتنے ہی حسین نام کیوں نہ رکھ لیے جائیں، غلامی بہرحال غلامی ہے۔

مرسلہ: صفیہ وہاب انصاری، کراچی

ایمرسن

سچائی اور ایمان داری دونوں سگی بہنیں ہیں۔

مرسلہ: سجاد اعوان، ایبٹ آباد، ہزارہ

جارج واشنگٹن

اپنے سینے میں روشنی کی اس ننھی سی کرن کو زندہ رکھیے، جسے ضمیر کہتے ہیں۔

مرسلہ: رخسانہ بلوچ، اوتھل، بلوچستان

ورڈز ورتھ

انسانی زندگی کا بہترین حصہ وہ ہے، جس میں وہ اچھے کام کر کے بھول جاتا ہے۔

مرسلہ: اختر منیر، پشاور

☆☆☆

گنتی

کرشن پرویز (بھارت)

بچو! بولو مل کر ایک
پڑھ لکھ کر تم بننا نیک

بعد میں اس کے آتا دو
ویسا کاٹو ، جیسا بو

پھر آتا ہے بچو! تین
بھینس کے آگے باجے بین

چار کا نمبر آیا اب
پیار کرو آپس میں سب

اب آیا ہے بچو! پانچ
سچے کو نہیں آتی آنچ

وہ دیکھو ، چھے آتے ہیں
بچے پڑھنے جاتے ہیں

دیکھو دیکھو ، آیا سات
سب سے بولو اچھی بات

ٹیڑھا ٹیڑھا ہے یہ آٹھ
مت رکھو تم دل میں گانٹھ

اب آیا ہے بچو! نو
حکم بڑوں کا تم مانو

دیکھو دیکھو وہ ہے دس
دوڑو دوڑو ، نکلی بس

کوڈو کی ہار

ابرار محسن

شام ہو چکی تھی۔ دھوپ درختوں کی چوٹیوں پر جا چڑھی تھی۔

جنگلی جانور جو گرمی سے بچنے کے لیے سارا دن جھاڑیوں میں پڑے رہتے تھے، اب باہر نکل کر آ رہے تھے۔ چاروں طرف بڑی چہل پہل تھی۔ جنگل میں طرح طرح کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ہاتھی، شیر، زرافے، زیبرے، امپالا (افریقی ہرن)، بش بک (افریقہ کا چھوٹا ہرن)، خرگوش، لومڑیاں اور دوسرے جانور اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔

تیز رفتار ہرن کوڈو بھی درختوں کے جھنڈ میں دیر سے سو رہا تھا۔ شام ہوئی تو وہ بھی جاگا اور ایک انگڑائی لے کر جھنڈ سے باہر نکل آیا۔

وہ بڑبڑایا: ''اف! کیا گرمی تھی، میں کئی گھنٹے سوتا رہا۔ نہ جانے کب گرمی ختم ہوگی، نہ جانے کب برسات کا موسم آئے گا، درخت اور پودے سوکھ رہے ہیں۔ پانی کے لیے بھی میلوں جانا پڑتا ہے۔''

اسے پیاس لگی تھی۔ آس پاس کے تالاب تو سوکھ چکے ہیں، اس نے سوچا کہ چلو، ندی پر جا کر پانی پی آؤں اور وہ ندی کی طرف دوڑ پڑا۔

''راستے سے ہٹ جاؤ۔'' وہ دوڑتے ہوئے چلّا رہا تھا: ''میں آ رہا ہوں۔ میں کوڈو ہوں جنگل کا سب سے تیز رفتار ہرن ہوں۔ میرے لیے راستہ چھوڑ دو۔''

کوڈو میں ایک یہی خرابی تھی کہ وہ بہت مغرور تھا۔ اپنے سامنے سب کو حقیر سمجھتا تھا۔ یہ بات ضرور تھی کہ وہ جنگل میں سب سے تیز رفتار تھا، مگر اس پر غرور کرنا اچھی بات نہ تھی۔ کامبا کچھوے کو دیکھ کر وہ بولا: ''ایسی زندگی بھی کس کام کی کہ بس گھسٹتے رہو۔ نہ جانے یہ کچھوے میاں کیوں بنائے گئے ہیں؟''

کامبا شرمندہ ہوگیا، کہنے لگا: ''سب ہی تو تمھاری طرح تیز رفتار نہیں ہیں۔ آہستہ چلنے والے بھی تو جان دار ہوتے ہیں۔''

کوڈو دوڑتے ہوئے چلّایا: ''کبھی میرے راستے میں آیا تو کچل دوں گا۔ بس پانی ہی میں رہا کر۔''

چیونٹیوں کو دیکھ کر وہ ہنس کر بولا: ''آ ہاہا۔ تم تو مجھ سے تیز دوڑتی ہو۔'' چیونٹیاں برا مان کر کہنے لگیں: ''ہم چھوٹی سی ہیں، اور ایسی ہی ہماری رفتار ہے، مگر تم کیوں ہمارا اندازاق اڑاتے ہو؟''

کوڈو نے منھ بنا کر دھمکی دی: ''اگر زبان چلائی تو کچل دوں گا۔'' اور وہ پھر دوڑتے ہوئے چلانے لگا: ''راستہ صاف کر دو۔ میں آ رہا ہوں۔ میں ہوں کوڈو، جنگل کا سب سے زیادہ تیز رفتار ہرن۔''

اتنے میں اسے گلہری دکھائی دی۔ گلہری درختوں پر کود کود کر تھک گئی تھی اور راستے میں بیٹھ کر ستا رہی تھی۔ کوڈو دوڑتے ہوئے رک گیا اور گلہری کو گھور کر بولا: ''میں آ رہا ہوں۔''

گلہری دم ہلا کر منھ چلاتے ہوئے کہنے لگی: ''تو کیا کروں؟''

کوڈو نے گردن اکڑا کر کہا: ''جانتی نہیں، میں کوڈو ہوں۔ سب سے زیادہ تیز رفتار ہرن اور تُو میرے راستے میں کھڑی ہے۔''

گلہری نے اِدھر اُدھر دیکھا اور بولی: ''اتنا بہت سارا راستہ تو پڑا ہے، چلے جاؤ۔''

کوڈو غصے سے بولا: ''میں کہتا ہوں، راستے سے ہٹ جا۔ میں کوڈو ہوں، سب سے زیادہ تیز رفتار۔''

گلہری بھی بگڑ گئی: ''تو اس میں اتنا غرور کرنے کی کیا بات ہے؟''

''کیوں نہ کروں غرور؟'' اس نے کہا: ''کیا کوئی مجھ سے تیز دوڑ سکتا ہے؟''

گلہری خاموش ہوگئی، اتنے میں ایک آواز آئی: ''مغرور کوڈو! کیا تُو مجھ سے زیادہ تیز بھاگ سکتا ہے؟'' وہ کامبا کچھوے کی آواز تھی۔

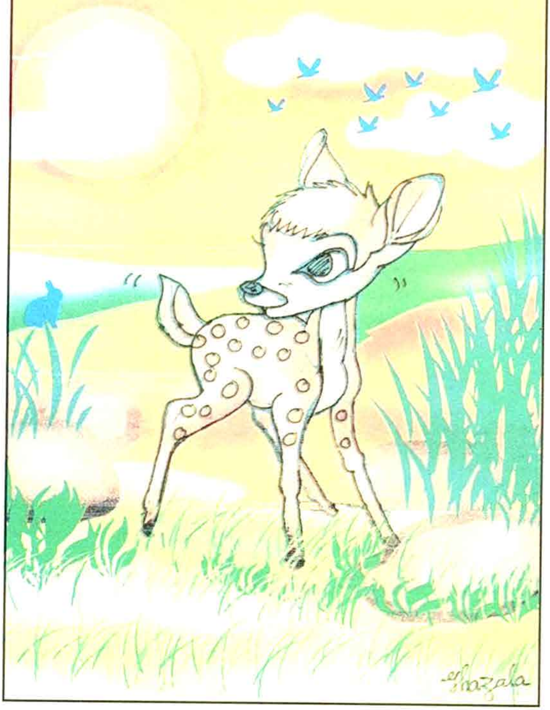

''کیا بکتا ہے؟''
کوڈو بگڑ کر بولا:
''حقیر کچھوے! تُو
کہاں اور میں
کہاں؟''

کامبا نے للکارا:
''اگر ہمت ہے تو
کل صبح گلہری کے
ساتھ دوڑ لگا۔
بہت دور وہ
درخت دیکھ رہا ہے
نا؟ اگر تُو اسے چھو
کر گلہری سے پہلے
اسی جگہ لوٹ آیا تو
ہم تجھے سردار مان لیں گے۔ اگر تُو بعد میں واپس آیا تو تجھے اپنا غرور ہمیشہ کے لیے چھوڑنا ہوگا۔''

کوڈو حیران تھا، وہ بولا: ''ٹھیک ہے، مگر ایک گلہری میرے ساتھ دوڑے گی۔ پاگل ہوا ہے؟''

''کل صبح اسی جگہ آ جانا۔'' کامبا نے صرف اتنا ہی کہا۔ جب کوڈو چلا گیا تو گلہری نے کامبا سے شکایت کی: ''یہ کیا مذاق ہے! بھلا میں کوڈو کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہوں؟'' کامبا نے اس کے کان میں کچھ کہا اور وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔

اگلی صبح کامبا اور گلہری اسی جگہ کوڈو کا انتظار کر رہے تھے۔ کوڈو کو آتا دیکھ کر گلہری زور سے بولی: ''ایسا لگتا ہے، جیسے کوڈو ڈر رہا ہو۔''

''کیا بکتی ہے؟'' کوڈو نے پاس آ کر ڈانٹا: ''میں اور گلہری سے ڈروں گا۔ بے وقوف گلہری، تُو میرے ساتھ دو قدم بھی نہیں دوڑ سکتی۔''

کامبا نے کہا: ''اچھا اب سنو! وہ سامنے والا میلوں دور درخت دیکھ رہے ہو؟ اسے چُھو کر جو بھی اسی جگہ پہلے واپس آ جائے گا، اسی کی جیت ہوگی۔ شرط یہ ہے کہ دوڑتے وقت کوئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھے گا۔ اب تیار ہو جاؤ ایک، دو، تین!'' دوڑ شروع ہوگئی۔ گلہری درختوں پر چڑھ گئی تھی، مگر کوڈو پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر آندھی اور طوفان کی طرح بھاگا چلا گیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ بھلا وہ احمق گلہری کہاں میرا مقابلہ کر سکتی ہے۔ وہ تو اب بہت پیچھے رہ گئی ہوگی۔ نہ جانے کامبا کو یہ کیا سوجھی کہ گلہری کو میرے ساتھ دوڑا دیا، خیر اب میں ان کا سردار بن جاؤں گا۔

اچانک کوئی بولا: ''توبہ توبہ، کیسا سست رفتار ہے یہ کوڈو۔ میں تو یہاں کب کی بیٹھی ہوں۔''

کوڈو حیران رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ سامنے گلہری ایک درخت کی جڑ میں بیٹھی کچھ کھا رہی ہے۔

کوڈو کو سخت غصہ آیا کہ کم بخت گلہری اس سے آگے نکل گئی تھی۔ وہ اور تیز دوڑنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے دیکھا، سامنے درخت کی ایک شاخ پر گلہری بیٹھی ہنس رہی ہے۔

''تُو چل، میں آتی ہوں۔ ذرا سُستا لوں۔'' گلہری کہہ رہی تھی۔

کوڈو غصے سے پاگل ہو گیا اور اس نے پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا۔

درخت چھو کر جب وہ ہانپتا کانپتا واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ گلہری کامبا کے پاس اطمینان سے بیٹھی باتیں کر رہی ہے۔ کوڈو کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

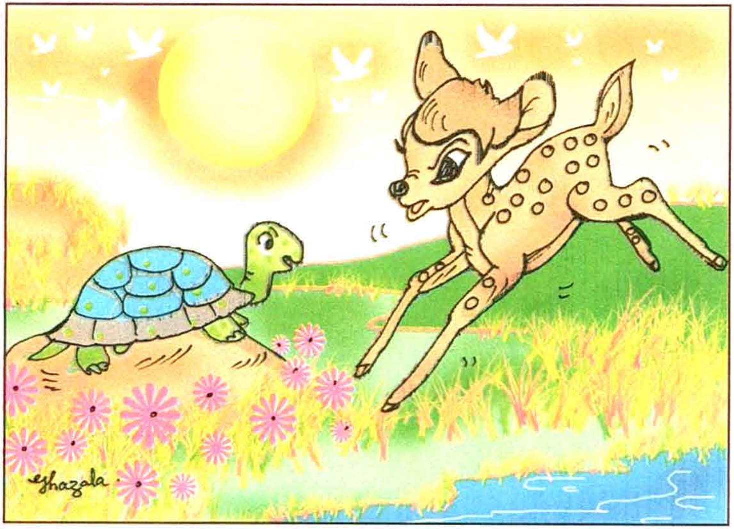

گلہری بولی: ''میں تو بہت دیر سے تیری راہ دیکھ رہی ہوں۔ تُو بڑا سُست ہے۔ ڈوب مر۔''
کوڈو شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اس کی گردن جھک گئی۔
اس نے کہا: ''میں خود کو سب سے زیادہ تیز رفتار سمجھتا تھا، مگر آج میرا غرور ٹوٹ گیا ہے۔ میں ہار گیا۔''
اور وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ گلہری وہاں سے کہیں گئی ہی نہیں تھی۔ راستے میں ملنے والی گلہری کی دو بہنیں تھیں، جنھیں گلہری نے پہلے سے سب کچھ بتا دیا تھا۔ کامبا اور گلہری دیر تک ہنستے رہے۔
کوڈو اب بھی جنگل کا سب سے تیز رفتار ہرن ہے، مگر اب وہ مغرور نہیں ہے، اسی لیے اب سب جانور اس کی دل سے عزت کرتے ہیں۔

☆☆☆

ہم سے ہیں یہ محفلیں ہم سے دل لگانا ہے
اور کیا ہے چاہیئے ہم سے ہی زمانہ ہے
SHARBAT ROOH AFZA
روح افزا اور کیا چاہیئے!
ہمدرد
Blitz DDB

پنسل چور ۔ اُڑن چھو

معراج

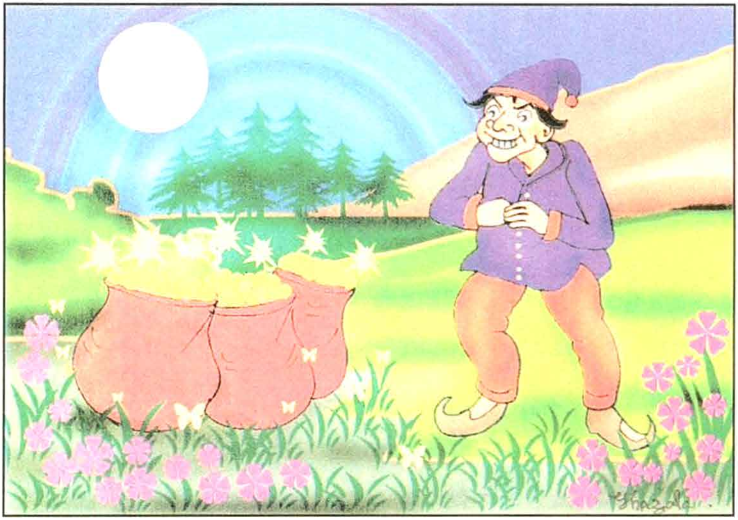

ایک بار کا ذکر ہے کہ امن آباد میں ایک بونا رہتا تھا۔ اس کا نام جبرو تھا۔ وہ بہت بدمزاج اور اکھڑ تھا۔ سب لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ وہ بالکل اکیلا رہتا تھا۔ وہ ہر وقت بڑبڑاتا رہتا، لوگوں کو بُرا بھلا کہتا رہتا۔ وہ دن بھر سوچتا رہتا کہ اگر اسے خوش قسمتی سے خزانہ مل جائے تو وہ کیا کیا کام کرے گا۔

ایک دن سچ مچ اسے ایک بڑا خزانہ مل گیا۔ یہ بڑے بڑے تھیلے اشرفیوں سے بھرے ہوئے قطار میں رکھے تھے۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے باری باری ہر ایک تھیلے میں جھانک کر دیکھا۔ ارے واقعی، یہ تھیلے سونے اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اس

نے سوچا، ضرور یہ ڈاکوؤں کا خزانہ ہے۔ شاید وہ آپس میں لڑ بھڑ کر مر کھپ گئے۔ اب یہ خزانہ میرا ہے۔ میں جو چاہوں وہ کر سکتا ہوں۔ سب سے پہلے تو اس نے یہ کام کیا کہ ایک تھیلا اپنی کمر پر لادا اور سبز آنکھوں والی جادوگرنی کے غار میں پہنچا۔ اس نے تھیلا تو ایک جھاڑی میں چھپا دیا۔ پھر دروازے پر دستک دی۔

جادوگرنی نے دروازہ کھول کر پوچھا: ''تم کیا چاہتے ہو؟''

بونا بولا: ''میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر میں دیو قامت بننا چاہوں تو آپ کیا معاوضہ لیں گی؟''

جادوگرنی حیرت سے بولی: ''میں تمھاری بات کا مطلب نہیں سمجھی!''

بونا بولا: ''میں اپنے چھوٹے سے قد سے عاجز آ چکا ہوں۔ ہر کوئی مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور کوئی میری طرف توجہ نہیں کرتا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرا قد دیو جیسا لمبا ہو جائے۔ آپ مجھے قد بڑا کرنے والی دوا دے دیجیے۔''

سبز آنکھوں والی جادوگرنی بولی: ''اوہو! میں اب سمجھی کہ تمھارا کیا مطلب ہے۔ قد بڑا کرنے والی دوا تو بہت ہی مہنگی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم اتنی قیمت ادا نہیں کر سکو گے۔''

بونا بولا: ''آپ مجھے قیمت بتائیے، میں منھ مانگی رقم ادا کرنے کو تیار ہوں۔''

جادوگرنی بولی: ''مجھے سونے اور اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا چاہیے۔ میں جانتی ہوں کہ تم اتنی بھاری قیمت ادا نہیں کر سکتے۔'' یہ کہتے ہی جادوگرنی نے ہاتھ سے پکڑ کر بونے کو باہر نکال دیا اور دروازہ دھڑام سے بند کر دیا۔

بونے کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ چیخ کر بولا: ''دروازہ کھولو، ارے میں کہتا ہوں دروازہ کھولو۔ تمھاری قیمت ادا کرنے کے لیے میرے پاس اشرفیوں سے بھری ہوئی بوری ہے۔''

سبز آنکھوں والی جادوگرنی نے دروازہ کھولا اور حیرت سے بولی: ''اچھا! تمھارے پاس

اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا ہے؟ ذرا دکھاؤ تو سہی کہ کہاں ہے؟ مجھے تمھاری بات کا یقین نہیں آ رہا ہے۔''

بونا دوڑتا ہوا اس جھاڑی کے پاس پہنچا اور تھیلا نکال کر اسے کھینچتا ہوا جادوگرنی کے پاس لے گیا۔

جادوگرنی سونے سے بھرے ہوئے تھیلے کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ اپنی جھونپڑی کے اندر گئی اور کچھ دیر کے بعد سبز رنگ کے پانی سے بھری ہوئی ایک بوتل لائی اور بونے سے بولی: ''تم اشرفیوں کا تھیلا یہاں چھوڑ جاؤ۔ یہ رہی تمھارا قد بڑھانے والی جادوئی دوا۔ کل جب چودھویں رات کا پورا چاند طلوع ہو تو تم یہ دوا پی لینا۔ پھر تمھارا قد بڑھ کر دیو کے برابر ہو جائے گا۔''

بونے نے جادوگرنی کے ہاتھ سے بوتل لی، اسے اپنی جیب میں رکھا اور وہاں سے بھاگا۔ اپنے گھر پہنچ کر بونا خوشی سے بولا: ''آہاہاہا! اب مزہ آئے گا، جب میں دیو جیسا ہو جاؤں گا۔ میں امن آباد کے باہر پہاڑی کی چوٹی پر ایک عظیم الشان محل بنواؤں گا اور اس میں ٹھاٹھ سے

پیش ہے...

الائیڈ رائزنگ اسٹار!

یوتھ فرسٹ بینک اکاؤنٹ

اب آپ کے 18 سال سے کم عمر بچے بھی اپنی بچت پر حاصل کر سکتے ہیں
روزانہ منافع اور ساتھ ہی بونس کیش بھی!

اس کے ساتھ ہی:

- بچوں کیلئے ڈھیر ساری سرگرمیاں (منتخب مقامات پر)
- والدین / سرپرستوں کیلئے خصوصی فوائد بشمول فری انشورنس کور

مزید معلومات کیلئے کال کریں **0800-77555**

کیونکہ اب بچے، بچے نہیں رہے!

الائیڈ بینک
آپ کے ساتھ ساتھ

تفصیلات کیلئے: 0800-77555 abl.com
یا ہماری 784 آن لائن برانچوں میں سے کسی بھی برانچ پر تشریف لائیں

pectrumyr.com

رہوں گا۔ میں لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اور سختی کر کے اپنا کام کرواؤں گا۔ پھر میں دیکھوں گا، کون میری نافرمانی کرتا ہے۔ اگر کسی نے ذرا بھی چوں چرا کی تو میں مار مار کر اس کا بھرکس نکال دوں گا۔ اب میں بونا نہیں رہوں گا۔ میں ایک زبردست دیو بنوں گا، جبرو دیو۔''

اگلی رات جب چودھویں کا پورا چاند طلوع ہوا تو بونے نے سبز رنگ کے پانی کو ایک گلاس میں اُنڈیلا، پھر باہر جا کر چاندنی میں اس نے یہ سبز رنگ کا پانی پی لیا۔

پانی پیتے ہی اسے اپنے بازوؤں اور ٹانگوں میں درد محسوس ہونے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا سر پھٹ جائے گا، ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں سوئیاں سی چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا قد بڑھ کر دیو کے برابر ہو گیا۔ الٰہی توبہ! یہ بھی کتنا ہول ناک منظر تھا۔ اس کے قریب ہی ایک درخت پر الو بیٹھا ہوا ہو ہو ہو کر رہا تھا۔ اس نے جب یہ خوف ناک دیو دیکھا تو وہ بھی چیخ مار کر اُڑ گیا۔

پہلے تو بونا خود بھی ڈرا۔ اسے ہر چیز بہت ننھی منی نظر آ رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد وہ اس کا عادی ہو گیا۔ پھر وہ اِدھر اُدھر چہل قدمی کرنے لگا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا تالاب، جھیلیں اور دریا عبور کر جاتا۔ بڑے بڑے اونچے پہاڑوں سے ذرا سی دیر میں نیچے اُتر آتا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے واپس پہنچ جاتا۔ آخر وہ اس سیر و تفریح سے اُکتا گیا اور بولا: ''ہاہاہا! اب میں دیو بن گیا ہوں۔ میں کچھ آرام کروں گا۔ کل صبح میں کوئی منصوبہ بناؤں گا۔''

وہ اپنی جھونپڑی میں تو سما نہ سکا، اس لیے وہ خزانے والے غار کے باہر لیٹ گیا اور کچھ دیر کے بعد زور زور سے خراٹے لینے لگا۔

اگلی صبح اس نے اپنے لیے ایک محل تعمیر کروانے کا پروگرام بنایا۔ وہ گاؤں گیا اور وہاں سے سیکڑوں مردوں، عورتوں کو ہانک کر لے آیا۔ وہ بے چارے دن رات محل کی تعمیر میں لگے رہتے۔ آخر جلد ہی ایک بہت اونچا اور بڑا محل تعمیر ہو گیا۔

جب دیو قامت جبرو شہر میں چلتا پھرتا تو لوگ بہت ڈرتے، لیکن آہستہ آہستہ لوگوں نے اس

کی طرف توجہ کرنی چھوڑ دی۔ جلد ہی جبرو اپنے نئے تعمیر شدہ محل میں رہنے لگا۔ اس نے بہت احتیاط سے غار کا خزانہ محل کے تہ خانے میں منتقل کر دیا، پھر وہ شہر کے لوگوں کے لیے وبالِ جان بن گیا۔ وہ بچوں کو ڈراتا، گلیوں میں زور زور سے پاؤں مار کر چلتا، جس کی وجہ سے مکان چھت سے لے کر بنیادوں تک زور زور سے ہلنے لگتے۔ لوگ سمجھتے کہ زلزلہ آ گیا ہے اور وہ ڈر کر گھروں سے باہر نکل جاتے۔ اس وقت وہ بیکری والے کے سب بسکٹ اور ڈبل روٹیاں کھا جاتا، کبھی نان بائی کے تندور سے کلچے اور روٹیاں کھا جاتا۔

اگر کوئی ذرا بھی حرفِ شکایت زبان پر لاتا، جبرو اس کے گھر کو لاتیں اور مکے مار کر گرا دیتا۔ لوگ اس کی کمینی حرکتوں کو دیکھ دیکھ کر رہ جاتے، لیکن کسی کی کیا مجال جو اس کے سامنے زبان کھولتا۔ سچ ہے کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔

ایک بار گاؤں کے چھے آدمی جبرو کے محل میں چلے گئے۔ انھوں نے بدقسمتی سے غریب نان بائی کو کچھ معاوضہ دینے کا مطالبہ کر دیا۔ جبرو ان کے کانوں میں اس زور سے چیخا کہ ان بے چاروں کے کان کے پردے پھٹ گئے۔ جب وہ واپس آئے تو سب بہرے ہو چکے تھے۔

جبرو نے امن آباد کا سکون تباہ و برباد کر دیا تھا۔ جبرو دیو کھاتا بھی اتنا تھا کہ اس نے اپنے باورچی خانے میں بہت سے باورچی ملازم رکھے ہوئے تھے۔ بہت سے نوکر اس کی خدمت کے لیے مقرر تھے۔ جبرو دیو انھیں اچھی تنخواہ دیا کرتا تھا۔ امن آباد کے لوگ بہت غریب تھے۔ وہ بے چارے پیٹ کی خاطر جبرو دیو کی ملازمت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

جبرو دیو بہت بد مزاج اور سنگ دل تھا۔ وہ اپنے نوکروں سے بہت سختی سے پیش آتا تھا۔ اگر کوئی کام اس کی مرضی کے مطابق نہ ہوتا، جبرو پہلے تو خوب چیخ پکار مچاتا، پھر اس غریب نوکر کے کان یا ناک کھینچ کر لمبی کر دیتا یا اس زور کا مکا رسید کرتا کہ اس نوکر کی کوئی نہ کوئی ہڈی ہی ٹوٹ جاتی۔ غریب نوکر اس کے سامنے بے بس تھے۔ جبرو اتنا بڑا تھا کہ کوئی اس کے ساتھ لڑ نہیں سکتا تھا، اس لیے سب علاحدگی

میں بیٹھ کر دل کی بھڑاس نکال لیتے اور اُسے خوب کوسنے اور بددعائیں دیتے۔ آخر ایک دن انھوں نے جبرو کی نوکری چھوڑ دینے کا تہیہ کر لیا۔ ہر شخص کی زبان پر یہی تھا کہ ہم بھوکے مر جائیں گے، لیکن جبرو کی نوکری نہیں کریں گے۔

ایک دن جبرو دیو سو کر اُٹھا تو محل خالی پڑا تھا۔ اس کا ناشتا بنانے کے لیے ایک بھی باورچی موجود نہیں تھا۔ جبرو کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا گیا اور امن آباد سے بیس پچیس لوگوں کو اُٹھا کر لے آیا اور غصے سے دانت پیس کو بولا: ''تم سمجھتے ہو کہ میں تمھیں چھوڑ دوں گا؟ تم مجھ سے بچ کر کہاں جا سکتے ہو؟ اگر تم نے اس بار فرار ہونے کی کوشش کی تو میں تمھیں مُکا مار کر جزیرہ ڈونگا لونگا پہنچا دوں گا۔''

جبرو کا حساب کتاب ذرا کم زور سا تھا۔ وہ دو روپے کی جگہ چار پانچ رپے دے آتا۔ تنخواہ بانٹتے وقت تو خاص طور پر بہت غلطیاں کیا کرتا۔ جبرو کو یہ وہم ہو گیا کہ اس کے نوکر چاکر اس کی کم زوری سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اسے دھوکا دے کر اس سے زیادہ رقم بٹور لیتے ہیں۔ ایک دن وہ حساب کتاب کرنے بیٹھا۔ کوئی دس بارہ مرتبہ اس نے خرچ کی ہوئی کل رقم کا حساب لگایا اور ہر بار اس کا جواب مختلف آیا۔

ایک بار اس کے ذہن میں یہ بات بھی آئی کہ میں کسی پڑھے لکھے شخص کو اپنا خزانچی مقرر کر لوں، لیکن پھر یہ شک پیدا ہوا کہ یہ خزانچی خود گھپلا کرتے ہیں اور بہت سارُ پیہ ہضم کر جاتے ہیں۔ اس طرح تو میں بہت جلد کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جاؤں گا۔

آخر بہت سوچ بچار کے بعد اس نے اس مشکل کا حل ڈھونڈ نکالا۔ اس کے ذہن میں آیا کہ میں ایک بار پھر جادوگرنی کے پاس جاتا ہوں۔ میں اس سے ایک جادوئی پنسل حاصل کروں گا، جو خود ہی سب جمع تفریق کر دیا کرے گی۔ اوہو! مجھے یہ خیال پہلے کیوں نہ سوجھا؟ وہ سبز آنکھوں والی جادوگرنی کے گھر پہنچا۔ اس نے جادوگرنی کی جھونپڑی کی چھت پر دو تین دفعہ ہاتھ مارا۔ جادوگرنی گھبرا کر باہر نکلی۔ وہ جبرو کو دیکھ کر حیران ہوئی اور بولی: ''اب تم کیا چاہتے ہو؟''

جبرو بولا: ''بی اماں! مجھے ایک پنسل چاہیے، جو میرا سب حساب کتاب کر دیا کرے اور کوئی غلطی کیے بغیر میری آمدنی اور خرچ کا حساب ٹھیک کر دیا کرے۔ مجھ سے تو جمع تفریق کے سوال نہیں ہوتے۔''

جادوگرنی بولی: ''میں تمھیں ایسی پنسل دے دوں گی، لیکن اس کی قیمت اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا ہو گی۔''

جبرو بولا: ''یہ رہا اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا۔ اب آپ پنسل میرے حوالے کیجیے۔''

جبرو نے پنسل لے کر جیب میں رکھی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنے محل کی طرف روانہ ہوا۔ یہ پنسل بہت عجیب و غریب تھی۔ جوں ہی جبرو اسے کاغذ پر رکھتا، یہ خود بخود حساب کتاب کرنا شروع کر دیتی اور سب رقم جوڑ کر صحیح جواب لکھ دیتی اور اس کے جواب میں کوئی غلطی نہ ہوتی۔ جبرو کے ہاتھ جیسے ایک خزانہ لگ گیا تھا۔ وہ ہر وقت پنسل کو اپنی جیب میں رکھتا اور اپنے سے کبھی جدا نہ کرتا۔

آخر ایک دن ایک عجیب واقعہ ہوا۔ جبرو نے پنسل نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا، لیکن پنسل وہاں موجود نہیں تھی۔ جبرو نے دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا، وہ بھی خالی تھی۔ اس نے اپنی سب جیبوں کی تلاشی لے ڈالی۔ کمرے کا کونا کونا چھان مارا۔ درازیں، صندوقچے، سوٹ کیس سب چیزیں کھنگال ڈالیں، لیکن پنسل کو نہ ملنا تھا اور نہ ملی۔

جبرو نے ہر ایک نوکر کو پنسل کی تلاش پر لگا دیا۔ ان میں سے بھی کوئی پنسل کو نہ ڈھونڈ سکا۔ جبرو کا پارا چڑھ گیا۔ وہ چیخ کر بولا: ''اگر مجھے پنسل نہ ملی تو کان کھول کر سن لو کہ میں تم سب کو محل کی دیوار سے نیچے پھینک دوں گا۔ اگر تم میں سے کسی نے پنسل کو چرایا ہے تو چپکے سے مجھے واپس دے دے، ورنہ میں ایسا منتر پڑھوں گا کہ چور پنسل سمیت جزیرہ ڈونگا بونگا میں جا گرے گا۔''

سب لوگ دن بھر پنسل کو تلاش کرتے رہے، لیکن وہ تو ایسی غائب ہوئی، جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ نہ جانے اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ اِدھر جبرو بھی محل سے باہر رہا۔ شام کے وقت

اس نے محل میں موجود سب لوگوں کو جمع کیا اور بولا: ''میں جانتا ہوں کہ تم میں سے کسی شخص نے میری پنسل چرالی ہے۔ میں بہت جلد پنسل چور کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ میں ابھی سبز آنکھوں والی جادوگرنی سے مل کر آیا ہوں۔ اس نے مجھے ''اُڑن چھو'' کا سفوف دیا ہے۔ یہ اس چھوٹی سی ڈبیا میں بند ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے وہ سفوف اپنے نوکروں دکھایا اور بولا: ''میں اب منتر پڑھنے والا ہوں۔ پہلے میں یہ سفوف اس موم بتی پر ڈال دوں گا۔ پھر میں یہ منتر پڑھوں گا:

لشٹم لشٹم چھو۔ پنسل چور ہوا اُڑن چھو۔

اس کے ساتھ پنسل چور ہوا میں تحلیل ہو جائے گا اور سیدھا جزیرہ ڈونگا بونگا میں جا گرے گا۔ وہاں کی جادوگرنی اسے اپنا غلام بنا لے گی۔ تم اس کا مطلب سمجھتے ہو؟ پھر وہ کبھی واپس امن آباد نہیں آ سکے گا۔''

محل میں موجود سب نوکر چاکر حیران تھے کہ آخر چور ہے کون؟ کوئی شخص بھی تو چوری کا اعتراف کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ جبرو نے موم بتی جلائی۔ پھر احتیاط سے اُڑن چھو سفوف موم بتی پر اُلٹ دیا۔ اس کے بعد اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا:

''لشٹم لشٹم چھو چھو چھو۔ پنسل کا چور ہوا اُڑن چھو۔''

موم بتی کا شعلہ بھڑکا اور اس کی لو چھت تک جا پہنچی۔ اس میں سے کالا سیاہ دھواں نکلا۔ ہر شخص کھانسنے لگا اور آنکھوں کو ملنے لگا۔ سارا کمرا دھویں سے بھر گیا۔ کسی کو کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ جب دھویں کا بادل چھٹا تو ہر شخص ایک دوسرے کو دیکھنے لگا کہ کون غائب ہوا؟ نوکروں میں سے ہر شخص موجود تھا۔ انھوں نے نوکروں کی گنتی بھی کر کے دیکھ لی۔ سب کے سب موجود تھے۔

ایک نوکر بولا: ''ہم میں سے ایک شخص کے پاس پنسل ضرور موجود تھی۔ پنسل چور آخر کون تھا؟''

ایک نوکر چیخا: ''ارے کچھ خبر بھی ہے؟ یہ جبرو دیو کہاں گیا؟ وہ دکھائی نہیں دیتا۔''

ہر ایک شخص کی زبان پر یہی الفاظ تھے: ''جبرو غائب ہو گیا، جبرو غائب ہو گیا۔''

جبرو سچ مچ غائب ہو گیا تھا۔ اس کا دور دور تک کوئی نام و نشان نظر نہیں آتا تھا۔

سب سے چھوٹے قد والا نوکر قہقہہ مار کر ہنسا: ''ہو ہو ہو۔ ہا ہا ہا! اس معمے کا حل میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔ پنسل جبرو دیو کے پاس ہی تھی۔ وہ پنسل سے حساب کتاب کر رہا تھا، جب وہ اپنا کام ختم کر چکا تو اس نے پنسل اپنے کان پر اٹکائی۔ پھر وہ اسے بھول بھی گیا۔ جب وہ موم بتی پر سفوف ڈال رہا تھا تو اچانک میری نظر اس کے کان پر اٹکی ہوئی پنسل پر پڑی، لیکن میں نے اسے نہیں بتایا۔ اس ظالم سے نجات پانے کا یہی ایک طریقہ تھا۔ اب وہ جزیرہ ڈونگا بونگا میں قید ہے اور ہم اس کی قید سے آزاد ہیں۔''

سب لوگ زور زور سے شور مچانے لگے۔ پھر کوئی خالی ڈبا اُٹھا لایا اور زور زور سے بجانے لگا۔

سب لوگ قہقہے لگا رہے تھے اور گا رہے تھے: ''جبرو اُڑن چھو ہو گیا۔ آج ہم آزاد ہیں۔''

صبح ہونے تک امن آباد میں رہنے والے بچے بچے کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ظالم جبر دیو اپنے ہی منتر سے ہوا میں غائب ہو گیا اور اب وہ جزیرہ ڈونگا بونگا کی جادوگرنی کا غلام ہے۔ سب لوگ ایک دوسرے کو ظالم جبرو کی قید سے رہائی پانے کی خوشی میں مبارک باد دے رہے تھے۔

اِدھر جب جبرو نے سفوف ''اُڑن چھو'' موم بتی پر چھڑک کر منتر پڑھا تو سیاہ آندھی آئی اور وہ ایک بگولے کے ساتھ اُڑتا ہوا کھڑکی سے نکلا۔ جب اسے ذرا ہوش آیا تو وہ دھم سے جادوگرنی کے سامنے جا گرا۔ اس جھٹکے سے کان کے اوپر اڑسی ہوئی پنسل نکل کر کھٹاک سے فرش پر گری اور جبرو دیو کو ایک لمحے میں یاد آ گیا کہ اس سے کتنی بڑی بھول ہو گئی تھی۔ وہ زور زور سے رونے لگا: ''اوں ہوں ہوں۔ یقیناً میں نے پنسل اپنے کان پر رکھ لی تھی اور پھر بھول گیا۔ اس طرح میں اپنے جادو کا خود ہی شکار ہو گیا۔''

ڈونگا بونگا کی جادوگرنی اپنے محل سے باہر آئی۔ جب اس نے دیو جیسے شخص کو دیکھا تو خوشی سے اس کی باچھیں کھِل گئیں، وہ بولی: ''مجھے تمھارے جیسے شخص کا بہت دنوں سے انتظار تھا۔ اچھا ہوا تم آ گئے۔ اب تم میرے لیے پل بناؤ۔ یہ بہت سا وزنی سامان پڑا ہے، تم اسے اِدھر سے اُدھر رکھتے جاؤ۔''

جب ظالم جبرو کو یہ مشقت کرنی پڑی تو اس کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ ذرا دیر کے لیے بھی ہاتھ روک لیتا تو جادوگرنی اپنی بھیانک آواز میں اس کے کان میں چیخیں مارنے لگتی اور جبرو کے کانوں کے پردے پھٹنے لگتے۔

جبرو دیو قامت تو ضرور تھا، لیکن اس کی طاقت اتنی زیادہ نہیں بڑھی تھی۔ وہ تھوڑا سا وزن اُٹھا کر ہی ہانپنے کانپنے لگتا۔ پہلے تو جادوگرنی اسے سُست اور کاہل سمجھ کر اس پر خوب گرجتی برستی رہی، لیکن جلد ہی اسے پتا چل گیا کہ اس میں طاقت بہت کم ہے۔

وہ غصے سے بولی: ''تم میرے کسی کام کے نہیں ہو۔ یہ کسی نے کیوں سنا ہوگا کہ ایک دیو ایسا بھی ہے جو پل کی تعمیر کے لیے پتھر بھی نہیں ڈھو سکتا۔''

جادوگرنی کچھ دیر کے بعد پھر بولی: ''دل چاہتا ہے کہ میں تمھیں کُتا بنا دوں۔ پھر تم میرے کسی کام آسکو گے۔''

جبرو دیو گڑگڑا کر بولا: ''اللہ کے واسطے، آپ مجھے کُتا یا بلا نہ بنایئے۔ میں ایک بونا تھا۔ مجھے ایک خزانے کا سراغ مل گیا، جس میں اشرفیوں سے بھرے ہوئے بہت سے تھیلے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے سبز آنکھوں والی جادوگرنی سے قد لمبا کرنے کی دوا خریدی اور اسے پی کر میں بونے سے دیو بن گیا۔ آپ میری بات کا یقین کیجیے کہ میں جن بھوت یا دیو بالکل نہیں ہوں۔ اگر آپ نے مجھے زیادہ مشقت میں ڈالا تو میں مر جاؤں گا۔''

جادوگرنی کو جبرو کی بات کا بالکل یقین نہیں آیا، وہ بولی: ''میں تمھاری بات کے سچ یا جھوٹ کو ابھی ثابت کر دیتی ہوں۔''

اس نے ایک مور پنکھ دودھ میں ڈبو کر منتر پڑھا اور اس کے منھ پر پھونک مار کر بولی: ''اگر دیو تھا تو دیو رہ۔ اگر بونا تھا تو بونا بن جا۔''

اچانک ہی دیو قامت جبرو سکڑ کر پھر چھوٹا سا بونا بن گیا۔

جادوگرنی بھی اسے دیکھ کر قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکی۔

وہ بولی: ''ہاں، تم نے ٹھیک کہا تھا۔ تم بدخصلت اور بدمزاج بونے ہو، جس نے امن آباد کے امن وسکون کو برباد کیا اور لوگوں پر بہت ظلم توڑا ہے۔ اب تم ہمیشہ میرے غلام بن کر رہو گے۔''

جبرو منت سماجت کرنے لگا: ''اللہ کے واسطے، آپ مجھے آزاد کر دیجیے۔''

جادوگرنی بولی: ''ہاں میں تمھیں آزاد ضرور کروں گی، لیکن تمھیں اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔''

جبرو بونا بولا: ''وہ کیا؟''

جادوگرنی بولی: ''تمھیں اپنا سارا خزانہ میرے حوالے کرنا ہوگا۔''

جبرو نے جادوگرنی کی شرط سنی ان سنی کر دی۔ جادوگرنی نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا۔ وہ جبرو بونے سے دن بھر اسی طرح کام لیتی، جس طرح اپنے نوکروں سے سختی اور بے رحمی سے پیش آتی۔ ذرا ذرا سی غلطی پر اسے ڈانٹتی اور کبھی بُری طرح پیٹتی۔ کھانے کو بھی روکھا سوکھا دیتی۔ رات کو سوتے میں اُٹھا دیتی اور اپنے سر کی مالش کرواتی۔ جبرو کے لیے اب نہ دن کو چین تھا اور نہ رات کو سکون۔ آخر جبرو اس غلامی سے عاجز آ گیا۔ وہ جادوگرنی کے پاس گیا اور بہت عاجزی سے بولا: ''آپ میرا سب کچھ لے لیں، لیکن مجھے آزادی کی نعمت عطا کر دیں۔''

جادوگرنی نے کوئی منتر پڑھا۔ ایک ستارہ ٹوٹ کر وہاں سے گزرا، جادوگرنی نے اس کی نوک پر چاندی کے رسے کی کمند ڈالی اور اگلے ہی لمحے جادوگرنی اور جبرو ستارے کے ساتھ اُڑتے ہوئے وہاں پہنچ گئے، جہاں جبرو کا محل تھا۔ جبرو نے جادوگرنی کو اپنا خزانہ دکھایا۔

وہ بولی: ''میں یہ سب اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ اب تم فوراً محل سے باہر چلے جاؤ۔''

جبرو بونا تیزی سے باہر نکلا۔ اس کے ساتھ ہی ایک گڑگڑاہٹ ہوئی۔ پورا محل ہوا میں بلند ہوا اور تیزی سے اُڑنے لگا۔ وہ چھوٹا ہوتے ہوتے نظروں سے غائب ہو گیا۔ جبرو حسرت سے اپنا محل دیکھتا

رہا اور آہ بھر کر بولا: ''ہائے! میرا خزانہ بھی لٹ گیا اور محل بھی جاتا رہا۔ میں بھی دیو سے بونا بن گیا۔ اب اس دنیا میں میرا کوئی دوست نہیں ہے۔ میں بھی کتنا بدنصیب ہوں کہ سب کچھ پا کر بھی کھو دیا۔ اب مجھے دونوں وقت کی روٹی کے لیے سخت محنت کرنی پڑے گی۔''

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا گاؤں امن آباد پہنچا۔ گاؤں کے لوگوں نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ جبرو بونا بولا: ''میں جبر اور سختی سے تمھیں اپنا غلام نہ بنا سکا، لیکن تم نے اپنی محبت اور مروّت سے مجھے اپنا غلام بنالیا ہے۔''

پھر اس کے بعد جبرو بونے کی زندگی کا انداز بدل گیا۔ وہ ہر شخص سے محبت اور مروت سے پیش آتا اور نرمی سے گفتگو کرتا۔ محبت کی فضا نے امن آباد میں خوشیاں بکھیر دیں۔

☆☆☆

دعوۃ اکیڈمی، شعبہ بچوں کا ادب کے زیر اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ''**امانت و دیانت**'' کے موضوع پر مقابلہ کہانی نویسی کے نتائج کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل افراد انعام کے حق دار قرار پائے ہیں۔

(اول انعام) **اشتیاق احمد** ''بیس سال پہلے کی رات''۔ (دوم انعام) **عباد علی سحر ناز** ''امانت و دیانت''۔ (سوم انعام) **اختر عباسی** ''امانت دار''۔

(خصوصی انعامات) **نعیم احمد بلوچ** ''اللہ کے سند یافتہ''۔ **رضوان ثاقب** ''چار دن کی چاندنی''۔ **عدنان محمد** ''لقمان کی امانت و دیانت''۔ **فرزانہ چیمہ** ''اخوت اسپتال''۔ **محمد اسلم** ''دس لاکھ کی واپسی''۔ **گلریز محمود** ''امانت و دیانت''۔ **حافظ ولی اللہ** ''ہزار کا نوٹ''۔ **حافظ حمزہ شہزاد** ''اصل رشتہ''۔ **علی اکمل تصور** ''ہیرے کا جگر''۔ **قاری محمد طاہر** ''قول کی پابندی''۔

نونہالوں کو نصیحت

محمد ظریف خان

لٹاؤ ، وفا کا خزانہ لٹاؤ
غم و درد کے نقش دل سے مٹاؤ
بہر گام محنت کی شمعیں جلا کر
اٹھو نونہالو! وطن کو سجاؤ
تمھاری ہی کوشش سے شاداب ہوں گے
چمن میں ہر اک جا جو پودے لگاؤ
وطن کا جو دشمن ، وہ دشمن تمھارا
عُدوِ وطن کو مٹاؤ ، بھگاؤ
اخوت میں دیکھو خلل پڑ نہ جائے
ہر اک بھائی کو اپنے دل سے لگاؤ
ہر انسان کے دوست بن کر رہو تم
تم انسانیت کے لیے دکھ اٹھاؤ
جہاں جہل کا دور دورہ ہے بچّو!
وہاں علم و دانش کی شمعیں جلاؤ
ظریفؔ اپنے اشعار کی روشنی سے
وطن سے جہالت کی ظلمت مٹاؤ

بھیا اور بہنا

بیگم ثاقبہ رحیم الدین

سندر بن بنگال کا بڑا ہی گھنا اور سرسبز جنگل ہے۔ ندی کی موجوں کا شور، چڑیوں کی چہکار اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سب کا دل موہ لیتے ہیں۔ سورج نکلتا تو اس کی کرنیں سندر بن کے گرد چاندی کا جال بُن دیتیں اور جب چاند اُبھرتا تو سارا جنگل پیلی پیلی چاندنی میں نہا جاتا۔ ذرا دور ایک نیک دل راجا کا محل تھا۔

راجا اور رانی بڑے رحم دل، انصاف پسند اور نیک تھے۔ تمام رعایا چین سے رہتی تھی۔ دونوں اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ ہنسی خوشی دن گزارتے تھے۔ ان دونوں بچوں کے اصل نام تو جانے کیا رکھے ہوں گے، مگر سب انھیں پیار سے راجو بابا اور بینا رانی کہہ کر بلاتے تھے۔ راجو شہزادہ عادت اور صفات میں ہیرا تھا، بینا رانی بھی خوش مزاج اور ذہین تھی۔ محل میں دنیا جہان کا عیش و آرام تھا۔ دونوں سکھ کی فضا میں پل بڑھ رہے تھے۔

ایک روز رانی شام کے وقت باغ میں ٹہل کر آئی تو اسے بخار ہو گیا۔ ہزار حکیم بلائے گئے اور صدقے دیے گئے۔ بخار کو نہ اُترنا تھا نہ اُترا۔ کئی دن گزر گئے۔ وہ حال سے بے حال ہوئی جاتی تھی۔ آخر موت کا فرشتہ آن پہنچا۔

راجا اور بچوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، مگر یہ دنیا پھر دنیا ہے۔ بچے ابھی چھوٹے تھے، کھیل کود میں لگ گئے۔

راجا کو اپنی رانی سے بڑی محبت تھی، مگر مرنے والوں کے ساتھ کوئی مرا نہیں کرتا۔ راجا کو مدھو پور کے راجا کی بیٹی پسند آ گئی اور اس نے دھوم دھام سے بیاہ رچا لیا۔ نئی رانی کے آنے سے محل میں رونق آ گئی۔ خدا نے راجا کو چار بیٹے اور عطا کیے۔

راجا خوش تھا کہ سب بچے مل جل کر رہتے ہیں۔ وہ فطرتاً سادہ اور نیک دل تھا۔ نئی رانی عجیب وغریب فطرت کی مالک تھی۔ بناوٹ، دکھاوا، جھوٹ اور جلن وحسد اس کی رگ رگ میں بسا ہوا تھا۔ رانی کے چاروں بیٹے راجو اور بینا سے شدید نفرت کرنے لگے۔ کبھی ان دونوں کی شکل وصورت اور ذہانت سے جلتے، کبھی دوسروں کے تعریف کرنے سے جلتے، مگر راجا کو ذرا خبر نہ تھی۔

راجو کوئی بہت ہی اچھا پھل دیکھتا تو پہلے چھوٹے بھائیوں کو دیتا۔ کھیل ہی کھیل میں بھائیوں کو لکھنا سکھاتا۔ راجو اور بینا مل کر چھوٹے بھائی کو جھولے کی زیادہ باریاں دیتے تھے۔ دونوں بے خبر معصوم بھائی بہن سب سے سچی محبت کرتے تھے۔

ایک بار تیر اندازی کا مقابلہ ہوا تو راجو اول آیا۔ تیراکی میں بینا کا جواب نہ تھا۔ بڑے بڑے راجا، مہاراجا مہمان تھے۔ سب لوگ دونوں پر زیادہ توجہ دیتے رہے۔ خدا کی مہربانیاں تو سب انسانوں اور بچوں پر ہوتی ہیں، مگر نفرت اور حسد کی آگ سب خوبیوں کو نگل لیتی ہے۔ چاروں لڑکوں کو اپنے کمتر ہونے کا احساس ہو گیا تھا اور ہر وقت کے غصے نے ان کو بدمزاج بنا دیا تھا۔

چاروں شہزادوں نے ماں سے صلاح کی اور وزیرزادے کی مدد سے راجو کے کھانے میں زہر ملوا دیا۔ غلطی یا خوش قسمتی سے راجو سے برتن اُلٹ گیا اور وہ بچ گیا۔ ایک بار انھوں نے مل کر اور سازش کی۔ بینا دھوپ میں بال سُکھا رہی تھی کہ پیچھے سے سانپ چھوڑ دیا گیا۔ مارے ڈر کے وہ دم سادھے بیٹھی رہی۔ سانپ ایک جانب سے گزر گیا۔ ایک دفعہ بھائی بہن گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کو گئے۔ سوتیلے بھائیوں نے ایک غریب کو روپے کا لالچ دیا کہ جب راجو اور بینا فلاں درخت کے نیچے سے گزریں تو وزنی شاخ گرا دی جائے، لیکن جسے مولا رکھے اسے کون چکھے۔ گھوڑوں نے ایسی ایڑ لگائی کہ وہ تیزی سے نکل گئے اور شاخ ذرا دیر بعد گری۔

راجو اور بینا اکثر گرمیوں کی چاندنی راتوں میں آنکھ مچولی کھیلتے تو بہت سے دوستوں کو

بلا لیتے تھے۔ کبھی کھیل میں بھائی بہن لڑ پڑتے تو راجو روٹھ جاتا تھا۔ وہ سب سے الگ ہو کر بیٹھ جاتا تھا۔ کبھی تو بغیر بتائے کھیل چھوڑ کر چلا جاتا تھا۔ تب بینا زور سے آواز دیتی: ''تم میرے بھیا اور میں تمھاری بہنا، کُٹی ختم، آؤ، آؤ پھر کھیلیں۔'' سندر بن میں یہ پیار بھری آواز بار بار گونجتی تھی: ''تم میرے بھیا اور میں تمھاری بہنا۔'' یوں محسوس ہوتا تھا کہ آس پاس کے درخت، پودے اور بیری کی جھاڑیاں جھوم اُٹھی ہیں۔ جھرنے کا پانی گنگنانے لگتا تھا۔ چاند کی چاندنی، محبت کی چاندنی بن کر ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔

وقت گزر رہا تھا اور سوتیلی ماں کے دل میں حسد کی آگ بھی تیز ہو رہی تھی۔ آخر اس نے ان موہنی صورتوں کو مٹانے کی حتمی منصوبہ بندی کر لی۔ دن ڈھلے راجو اور بینا سر سبز باغ میں کھیل رہے تھے۔ بینا کی سہیلیوں نے مل کر ہاتھ تھامے دائرہ بنایا۔ ایک لڑکی بیچوں بیچ کھڑی تھی۔ راجو دائرے سے باہر تھا۔ اس نے سوال کیا:

''بول ری بول مچھلی، کتنا پانی۔ کمر کمریا گلے گلے؟

بول ری مچھلی، ساون آیا؟ کب آیا؟''

اتنا کہنے کے بعد دائرے والے لڑکے تیز تیز چکر کاٹنے لگے اور راجو نے تالی بجائی:

''ایک، دو تین۔''

خدا جانے کیا ہوا اور کیسے ہوا کہ اچانک سیاہ بادل اُمڈ آئے۔ زور کی آندھی آئی۔ اندھیرا چھانے لگا۔ بجلی چمکی اور سب ہی بچے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ ایسے میں دو اجنبی گھڑ سوار بڑھے اور تلوار کے وار سے راجو اور بینا کو بُری طرح زخمی کر دیا۔ سیاہ چادر اوڑھے ڈاکوؤں نے ان معصوم جانوں کو بُری طرح گھائل کیا اور پھر ان کو نامعلوم منزل کی طرف لے گئے۔ راجو اور بینا کو کنوئیں میں ڈالا اور منوں مٹی سے کنواں پاٹ دیا۔

راجو اور بینا خاک میں مل گئے۔ کنواں بند ہو گیا۔ مٹی اور غبار کی تہیں جم گئیں۔ سردی

آئی، گرمی آئی، برسات گزری۔ غرض سب رتیں بیت گئیں۔ راجا اللہ کو پیارا ہوگیا۔ چاروں شہزادے جوان ہوئے۔ ان کے خوشیوں کے دن اور مرادوں کی راتیں تھیں۔

سچ ہے، وقت کبھی ایک سا نہیں رہتا۔ ایک دوپہر ندی کا پانی چڑھنا شروع ہوا۔ ایسا سیلاب آیا کہ کیا مدھوپور اور کیا سندربن، ساری دنیا ڈوب گئی۔ ایسا جل تھل ہوا کہ راج محل کا نشان تک نہ رہا۔

آج آبادی وہاں نام کو نہیں، ہُو کا عالم ہے۔ ہر طرف ویرانہ ہے۔ نشیب کی وجہ سے بارش کا پانی جمع ہو کر ایک تالاب میں تبدیل ہوگیا ہے۔ تالاب میں گلابی جنگلی کنول کے پھول نظر آتے ہیں۔ کنارے پر نازک سا چمپا کا درخت اُگ آیا ہے۔

صدیاں گزر گئیں۔ اب بھی سیاح سندربن سے گزرتے ہیں تو سنہری رنگت کے چمپا اور تالاب میں گلابی کنول کی کلی کو دیکھ کر رُک جاتے ہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ زیادہ دیر رکے رہو تو جیسے جیسے چاندنی پھیلتی ہے، فضا میں سریلی سی پیاری بھری آواز سنائی دیتی ہے: ''تم میرے بھیا، میں تمھاری بہنا۔''

حسد، جلن اور غرور نے پوری آبادی اور شہزادوں کے نام کو پہلے بدنام اور پھر گمنام کر دیا۔ محبت و خلوص نے راجو اور بینا کو نیک نامی بخشی۔ اسی لیے تو پورب اور بنگال کی داستانوں میں ان کے نام موتی بن کے چمکے۔ شاید ان ہی سے زمین پر چمپا اور کنول کی مہک پھیلی۔ دریائے سندربن کے کنارے آج بھی کٹھل کے درخت کے نیچے ملاح یہ کہانی اپنے بچوں کو سناتے ہیں۔ ہوا پھولوں کی اس مہک کو دور دور پھیلاتی رہتی ہے۔

جس سرزمین کی یہ داستان ہے، وہ اب بنگلہ دیش کہلاتی ہے۔ چالیس سال پہلے یہ مشرقی پاکستان تھا۔

☆☆☆

بیت بازی

خوش ذوق نونہالوں کے پسندیدہ اشعار

عرض احوال کو گِلا سمجھے
کیا کہا میں نے ، آپ کیا سمجھے

شاعر: داغ دہلوی پسند: مریم توقیر، کوئٹہ

اس سے بڑھ کر دوست کوئی دوسرا ہوتا نہیں
سب جدا ہو جائیں، لیکن غم جدا ہوتا نہیں

شاعر: جگر مراد آبادی پسند: عمران عالم، کراچی

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری ہے

شاعر: فیض احمد فیض پسند: علینہ سلیم، رحیم یار خان

دوستی عام ہے ، لیکن اے دوست!
دوست ملتا ہے بڑی مشکل سے

شاعر: حفیظ ہوشیار پوری پسند: روبینہ عارف، لاہور

دیتی ہے قتیل اکثر چہروں کی چمک دھوکا
ہر کانچ کے ٹکڑے کو ہیرا نہ کہا جائے

شاعر: قتیل شفائی پسند: ریحہ ندیم، ملیر

کیوں جاگتے ہی تم نے مجھے قہر سے دیکھا
کیا خواب میں مجھ سے کوئی تکرار ہوئی تھی

شاعر: کوثر نقوی پسند: گل ناز، کورنگی

ہے مبارک یہ گردشِ پیہم
موت ہے حادثوں کا تھم جانا

شاعر: یوسف ظفر پسند: کمال ابراہیم، سکھر

دور کے چاند سے مٹی کا دیا بہتر ہے
جو غریبوں نے سرِ شام جلا رکھا ہے

شاعر: ناصر کاظمی پسند: قراۃ العین ذوالفقار، اسلام آباد

مرے خدا مجھے اتنا تو معتبر کردے
میں جس مکان میں رہتا ہوں، اس کو گھر کردے

شاعر: افتخار عارف پسند: شائلہ خاور، کراچی

شکست کھا کے بھی فتح کے جلوس میں ہوں
جو دے گئے ہیں مجھے مات، میرے اپنے ہیں

شاعر: ظفر خاں نیازی پسند: کنول صادق، حیدر آباد

وطن کے لیے سر سے باندھیں کفن
اسی کا تو ہے نام حبِ وطن

شاعر: ساقی جاوید پسند: کلیم محمد رضا، شکار پور

خود وقت کے قدموں میں زنجیر نظر آئی
جب آپ کی آمد میں تاخیر نظر آئی

شاعر: احمد ندیم قاسمی پسند: عبدالصمد، تربت

ہمیں ہی شوق تھا ہر راستے میں لُٹنے کا
جو راہ زن تھے، وہ سب راہ بر ہمارے ہوئے

شاعر: یوسف جمیل پسند: ارم یاسمین، کراچی

غارت گری کے بعد بھی روشن تھیں بستیاں
ہارے ہوئے تھے لوگ، مگر حوصلے میں تھے

شاعر: امجد اسلام امجد پسند: دامنِ زہرا، اسلام آباد

اُڑنے والی گلہری

پروفیسر ڈاکٹر سہیل برکاتی

آپ دودھ پلانے والے جانوروں سے یقیناً واقف ہوں گے، جنھیں سائنسی زبان میں ممالیہ (MAMMALS) کہا جاتا ہے۔ ممالیہ کی اکثریت زمین پر رہتی ہے، البتہ ایک آدھ ممالیہ پانی میں بھی رہتا ہے جیسے وھیل، جو مچھلی نہیں بلکہ ممالیہ ہے، لیکن ایک ممالیہ ایسا بھی ہے جو درختوں پر گھونسلا بنا کر رہتا ہے۔ یہ گلہری ہے۔ گلہری کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو آپ درختوں کی شاخوں پر تیزی سے چڑھتی اُترتی دیکھتے ہیں اور ایک وہ جو بلند و بالا پہاڑوں پر پائے جانے والے درختوں پر رہتی ہیں اور زمین پر بہت کم اُترتی ہیں۔ آج ہم آپ کو ان گلہریوں اور جنگل کے بارے میں بتائیں گے۔

ہماری دنیا کا تقریباً دس فیصد حصے کو محفوظ (PROTECTED) علاقہ کہا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں چھوٹے بڑے ایسے ۴۴۰۰۰ محفوظ علاقے ہیں۔ ان کو سائنسی زبان میں نیشنل پارکس کہا جاتا ہے۔ ان علاقوں کی باقاعدہ دیکھ بھال کی جاتی ہے، تاکہ ان میں موجود مختلف انواع و اقسام کے حیوانات اور نباتات قدرتی ماحول میں زندہ رہ سکیں اور ان کی نسلیں ختم ہونے سے بچ سکیں۔

دنیا میں پہلا نیشنل پارک ۱۸۷۲ء میں امریکا میں قائم ہوا۔ پاکستان میں پہلا نیشنل پارک ۱۹۷۲ء میں پنجاب میں LALSOHANRA کے مقام پر قائم ہوا۔ یہ بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے۔ پاکستان میں ۱۴ نیشنل پارکس ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام ایوبیہ نیشنل پارک ہے، جو صوبۂ سرحد یعنی خیبر پختونخواہ میں ہمالیہ پہاڑی سلسلوں پر دریائے جہلم کے سیدھے کنارے پر واقع ہے۔ ایوبیہ نیشنل پارک کئی لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ یہ دنیا کے دور دراز علاقوں سے آنے والے پرندوں کی گزر گاہ بھی ہے۔ اس علاقے کے خاص خاص جانوروں

میں چکور، راجا شیر، ہمالی بندر، ہمالی بلاؤ، مری موش، زرد حلق والا سمور وغیرہ شامل ہیں۔

اس پارک میں جہاں دل فریب مناظر کو محفوظ رکھنے کے لیے اقدام کیے گئے ہیں، وہاں ان جانوروں کی حفاظت کا بھی انتظام کیا گیا ہے، جن کی بقا کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ یہاں پائے جانے والے خاص خاص درختوں میں پائن، اسپروس، سلور فر، دیودار کے علاوہ چوڑے پتوں والے سدابہار، شاہ بلوط (OAK) بھی شامل ہیں۔ نباتات کی تقریباً ۴۲۰ قسمیں پائی جاتی ہیں۔

ایوبیہ نیشنل پارک میں پائے جانے والے جانوروں کی اقسام اور ماحول پر ایک مقالہ لکھا گیا۔ تین سال سے زیادہ کی اس تحقیق کے نتیجے میں میرے ایک شاگرد چودھری محمد شفیق کو پی ایچ۔ ڈی کی سند دی گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ یہاں ممالیہ (MAMMALS) کی ۲۲، پرندوں (BIRDS) کی ۱۵۴، اور رینگنے والے جانوروں (REPTILES) کی ۱۸ قسمیں موجود ہیں۔ مینڈک انتہائی نایاب ہیں۔ یہ پارک راجا شیر (PANTHERAPARDUS)

کے رہنے کی پسندیدہ جگہ بن چکا ہے۔ اس کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ راجا شیر کی مرغوب غذا ہمالی بندر ہیں۔ دوسری طرف ہمالی بندر پارک کی سیر کو آنے والے سیاحوں کی تفریح کا ذریعہ بھی ہیں۔

اُڑنے والی گلہری

گلہریاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو اُڑ سکتی ہیں اور دوسری وہ جو اُڑ نہیں سکتیں۔ پاکستان کے پہاڑی جنگلات میں اُڑنے والی گلہریوں کی دو اقسام پائی جاتی ہیں، جو ایوبیہ

نیشنل پارک میں ملتی ہیں یعنی RED HIMALYAN GIANT FLYING SQUIRREL اور KASHMIRI FLYING SQUIRREL۔ یہ گلہریاں دن میں اپنے گھونسلوں میں رہتی ہیں اور شام کو اندھیرا شروع ہوتے ہی باہر نکلتی ہیں۔ ان کے رہنے کی جگہ درختوں کی بڑی شاخوں کے اندر سوراخ ہیں۔ ایک درخت پر ایک سے زیادہ گلہریاں اپنا گھر یا گھونسلا بنا

سکتی ہیں۔ گلہری اپنے گھر اور بچوں کی حفاظت بہت اچھی طرح کرتی ہیں۔ یہ زمین پر بہت کم آتی ہے۔ غذا کی تلاش میں ایک درخت سے دوسرے درخت پر لمبی چھلانگ لگا کر باقاعدہ اُڑ کر جاتی ہیں۔ اُڑنے کے عمل میں یہ اپنے چاروں ہاتھ پاؤں سے کام لیتی ہیں۔ ان کے جسم کی کھال اور چاروں ہاتھ پاؤں کے درمیان کا حصہ پھیل کر پروں کا کام دیتا ہے۔ یہ درخت کی بلند شاخ سے اُڑ کر نیچے کی طرف لمبی چھلانگ لگاتی ہیں۔ لمبی چھلانگیں لگانے کے دوران کبھی کبھی یہ بجلی کے تاروں یا گاڑیوں سے ٹکرا کر زخمی بھی ہو جاتی ہیں۔

گرمی کے موسم میں سات بجے شام اور سردی کے موسم میں پانچ بجے شام گلہری اپنے گھونسلے سے غذا کی تلاش میں نکلتی ہیں۔ ان کی غذا میں پھل، پتے، بیج اور کونپلیں شامل ہیں۔ گلہری کا بچہ پیدائش کے بعد ماں کا دودھ پیتا ہے۔ چار مہینے کے بعد بچہ گھونسلے کے منھ پر آ کر بیٹھنا شروع کر دیتا ہے۔ دھیرے دھیرے بچہ ماں کو دیکھ کر اپنے گھونسلے سے نکل کر ہوا میں غوطے لگانا اور کم فاصلے کی پرواز شروع کرتا ہے۔

اس کے نمایاں دشمنوں میں الو اور پیلے حلق والا سمور قابل ذکر ہیں۔ سمور آسانی سے درخت پر چڑھ جاتا ہے اور گھونسلوں میں سے گلہری کے بچوں کو نکال لیتا ہے۔ ☆

دلائل کا وزن

انتخابی سرگرمیاں زور وشور سے جاری تھیں، جارج برنارڈ شا کا ایک دوست بھی امیدوار تھا۔ اس کے لیے برنارڈ شا انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کے حصہ لے رہے تھے۔ ایک دفعہ وہ انتخابی حلقے میں تقریر کرنے گئے، مگر تقریر کرنے کے لیے ڈائس موجود نہیں تھا۔ چناں چہ وہ لکڑی کے ایک ڈرم پہ کھڑے ہو کر مجمع سے خطاب کرنے لگے۔ وہ بہت پُر جوش انداز میں دلائل کے ساتھ تقریر کر رہے تھے۔ اچانک ڈرم پہ زور پڑا اور وہ ٹوٹ گیا۔ برنارڈ شا ڈرم کے اندر گر گئے، مگر دوسرے ہی لمحے وہ ڈرم سے باہر نکلے اور اطمینان کے ساتھ بلند آواز میں بولے: ''سامعین! آپ نے میرے دلائل کا وزن ملاحظہ فرمایا؟'' ☆

Adarts-NGW-2010

مداری

مہ گل حبیب، سرگودھا

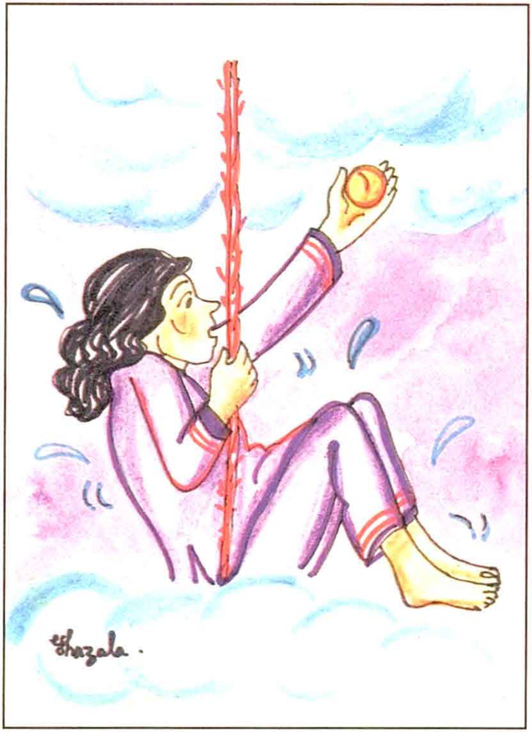

لڑکپن میں ایک بار مجھے صوبائی دارالحکومت جانے کا اتفاق ہوا۔ بہار کے تہوار کی آمد آمد تھی اور رواج کے مطابق اس موقع پر سارے تاجر اور کاروباری لوگ پوری تیاری کے ساتھ نذرانے لے کر افسر مالیات کے ہاں جایا کرتے تھے۔ یہ رسم ''بہار کا کھیل تماشا'' کہلاتی تھی۔ اس روز میں بھی ایک دوست کے ساتھ کھیل تماشا دیکھنے چلا گیا۔ افسر مالیات کے دروازے پر لوگوں کا ایک ہجوم تھا اور اندر چار افسر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ بڑے افسر تھے یا چھوٹے، یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ شور اور تیز موسیقی کے سبب کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک

مداری ہاتھ میں بانس لے کر لمبے بالوں والے ایک لڑکے کے ساتھ اسٹیج پر جا چڑھا۔ وہ لڑکا مداری کا بیٹا تھا۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا، مگر شور غل کی وجہ سے آواز ہم تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ افسر قہقہے لگانے لگے۔ اس کے بعد سادہ لباس والے ایک کارندے نے اسے اونچی آواز میں حکم دیا کہ کوئی شعبدہ دکھائے۔ مداری نے پوچھا کہ وہ کون سا شعبدہ دیکھنا پسند کریں گے تو افسروں نے کچھ کھسر پھسر کی اور پھر کارندے نے پوچھا: ''بہترین شعبدہ کیا ہے؟''

مداری نے جواب دیا: ''میں کوئی بھی غیبی چیز دکھا سکتا ہوں۔''

کارندہ جواب لے کر افسروں کے پاس گیا اور پھر واپس آکر کہا کہ وہ کچھ آڑو حاضر کر کے دکھائے۔ مداری نے ہامی بھر لی اور کوٹ اُتار کر ٹوکری پر رکھتے ہوئے شکایت آمیز لہجے میں لڑکے سے بولا: ''یہ افسر بہت ہی نامعقول ہیں۔ برف ابھی پگھلی نہیں۔ میں آڑو کہاں سے لاؤں؟ لیکن اگر ہم نے کوشش نہ کی تو وہ خفا ہو جائیں گے۔ اب کیا کروں؟''

''ابا! آپ وعدہ کر چکے ہیں۔ اب انکار کی کوئی گنجایش نہیں۔'' اس کے بیٹے نے جواب دیا۔

مداری کچھ دیر منھ لٹکائے سوچتا رہا اور پھر کہنے لگا: ''میں نے خوب غور کیا ہے۔ ابھی تو برف کی موٹی تہ جمی ہوئی ہے۔ زمین پر تو آڑو ڈھونڈنا ممکن نہیں۔ ہاں، آسمانی ملکہ کے باغ میں شاید مل جائیں۔ صرف وہاں کے درخت سال بھر ہرے بھرے رہتے ہیں۔ ہمیں آسمان میں نقب لگانی پڑے گی۔''

لڑکے نے پوچھا: ''مگر ہم آسمان پر کیسے جا سکتے ہیں؟''

مداری نے جواب دیا: ''مجھے ایک طریقہ معلوم ہے۔''

اس نے ٹوکری کا ڈھکنا اُٹھا کر رسی کا ایک لچھا نکال لیا۔ رسی کئی سو فیٹ لمبی تھی۔ اس نے ایک سرا پکڑ کر اُچھالا اور رسی ہوا میں تن کر اوپر کی طرف بڑھنے لگی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اوپر

کسی نہ نظر آنے والے کنڈے سے بندھی ہوئی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے لچھا ختم ہو گیا اور اوپر والا سرا بادلوں میں غائب ہو گیا۔

'' بیٹے! میں بوڑھا اور کم زور ہوں۔ اوپر نہ چڑھ سکوں گا۔ تمھیں ہی جانا پڑے گا۔'' مداری نے رسی کا سرا لڑکے کو تھماتے ہوئے کہا: '' اس رسی کے سہارے آسمان پر چڑھ جاؤ۔''

رسی پکڑتے ہوئے لڑکے کا منھ اُتر گیا اور بڑبڑانے لگا: '' میرا باپ بھی کتنا احمق ہے۔ سمجھتا ہے، میں اس پتلی سی رسی کے سہارے آسمان تک پہنچ جاؤں گا۔ یہ راستے میں ٹوٹ گئی تو میری ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔''

مداری بھی بڑا سنگ دل لگتا تھا۔ کہنے لگا: '' ہم نے ہامی بھر کر غلطی کی۔ بہر حال جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ بیٹے! تمھیں جانا ہی ہوگا۔ یہ گلے شکوے بے کار ہیں۔ تم ایک ہی آڑو چرا لائے تو یہ

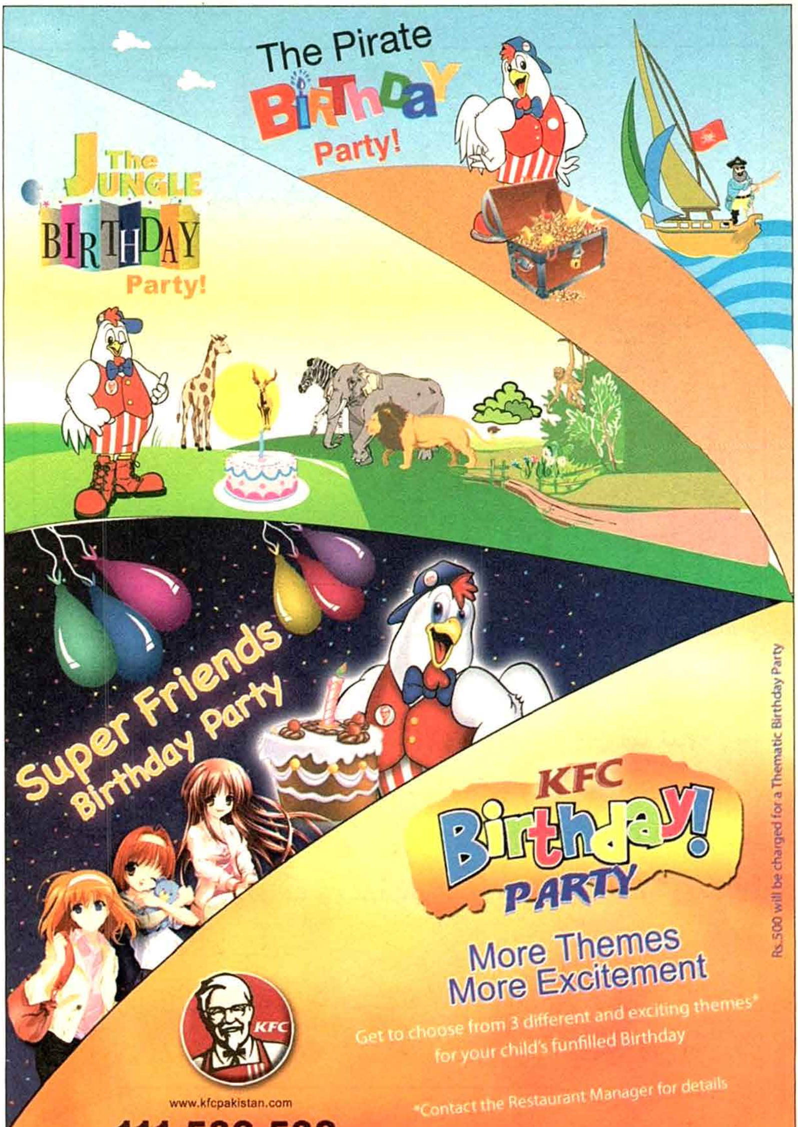

The Pirate
BIRTHDAY
Party!
The JUNGLE
BIRTHDAY
Party!
Super Friends
Birthday Party
KFC
Birthday!
PARTY
More Themes
More Excitement
Get to choose from 3 different and exciting themes*
for your child's funfilled Birthday
*Contact the Restaurant Manager for details
KFC
www.kfcpakistan.com
111-532-532
Rs.500 will be charged for a Thematic Birthday Party

لوگ ہمیں سوا ونس چاندی تو دے ہی دیں گے اور پھر میں تمھارے لیے چاندی سی دلھن بیاہ لاؤں گا۔''

اب لڑکا رسی تھامے یوں اوپر جانے لگا جیسے کوئی مکڑی مہین سے دھاگے پر چڑھی جا رہی ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ بادلوں میں گم ہو گیا اور پھر پیالے جتنا بڑا ایک آڑو زمین پر آ گرا۔ مداری نے خوشی سے بے قابو ہو کر آڑو افسروں کو پیش کر دیا اور افسر باری باری یہ دیکھنے لگے کہ آڑو اصلی تھا یا نقلی۔ اچانک رسی زمین پر آ رہی اور مداری غم ناک لہجے چلاّ اُٹھا: ''اوپر کسی نے رسی کاٹ دی، اب میرے بیٹے کا کیا بنے گا؟''

اور پھر کوئی شے دھم سے زمین پر گری۔ یہ لڑکے کا سر تھا۔ مداری نے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ وہ بولا: ''دربان نے یقیناً اسے آڑو چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا ہوگا۔ میرا غریب بیٹا جان گنوا بیٹھا۔''

تب لڑکے کی ایک ٹانگ نیچے گری اور پھر جسم کے مختلف حصے ایک ایک کر کے گرنے لگے۔ مداری نے بے کسی کے عالم میں سارے ٹکڑے اُٹھا کر ٹوکری میں ڈالے اور ڈھکنا بند کرتے ہوئے کہا: ''وہ میرا اکلوتا بیٹا تھا اور میرے ساتھ مارا مارا پھرتا تھا۔ میرے حکم کی تعمیل میں اس نے جان دے دی۔ اب میں اس لاش کے یہ ٹکڑے لے جا کر دفن کر دوں گا۔''

اس کے بعد وہ چبوترے کی طرف گیا اور افسروں کے سامنے بیٹھ کر بولا: ''میں نے اس ایک آڑو کی خاطر اپنے بچے کی جان گنوا دی۔ خدا کے لیے، مجھ پر ترس کھایئے اور اس کے کفن دفن کے لیے مدد کیجیے۔ میں مرتے دم تک آپ لوگوں کا شکر گزار رہوں گا۔''

دہشت زدہ تماشائیوں نے سکوں کی بارش کر دی۔ مداری نے سارے سکے اکھٹے کر کے جیب میں ڈالے اور اچانک پکارنے لگا: ''بیٹے! باہر آ کر ان معزز حضرات کا شکریہ ادا کرو۔''

یک لخت ٹوکری کا ڈھکنا کھلا۔ لڑکا بال بکھرائے کود کر باہر نکلا اور لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ وہ مداری کا بیٹا تھا۔ یہ واقعہ اتنا حیران کن تھا کہ کئی روز تک میرے ذہن سے محو نہ

ہوسکا۔ بعد میں کسی نے بتایا کہ ''سفید کنول سوسائٹی'' کے رکن ایسے شعبدے دکھاتے ہیں۔ یہ مداری بھی شاید اسی سوسائٹی کا رکن تھا، جسے نظر بندی کا فن آتا تھا۔ اس مداری نے مجمع کو وہ کچھ دکھا دیا جو حقیقت میں نہیں ہو رہا تھا۔ نہ رسی فضا میں بلند ہوئی، نہ لڑکا اس پر چڑھا، نہ اس نے آڑو توڑ کر نیچے پھینکا اور نہ اس کے جسم کے ٹکڑے ہوئے۔

لڑکا شروع سے آخر تک ٹوکری میں لیٹا رہا۔ جب مداری نے آواز دی تو ٹوکری کا ڈھکن اُٹھا کر باہر آ گیا۔ مداری نے چوں کہ سارے لوگوں کے دماغوں کو سحر زدہ کیا ہوا تھا، لہٰذا انھوں نے وہی کچھ دیکھا، جو اس کی زبان سے نکلا تھا۔

☆☆☆

گھر کے ہر فرد کے لیے مفید

ماہنامہ **ہمدرد صحت**

صحت کے طریقے اور جینے کے قرینے سکھانے والا رسالہ

✠ صحت کے آسان اور سادہ اصول ✠ نفسیاتی اور ذہنی الجھنیں

✠ خواتین کے صحی مسائل ✠ بڑھاپے کے امراض ✠ بچوں کی تکالیف

✠ جڑی بوٹیوں سے آسان فطری علاج ✠ غذا اور غذائیت کے بارے میں تازہ معلومات

ہمدرد صحت آپ کی صحت و مسرت کے لیے ہر مہینے قدیم اور جدید

تحقیقات کی روشنی میں مفید اور دل چسپ مضامین پیش کرتا ہے

رنگین ٹائٹل --- خوب صورت گٹ اپ --- قیمت: صرف ۳۵ روپے

اچھے بک اسٹالز پر دستیاب ہے

ہمدرد صحت، ہمدرد سینٹر، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

پاکستان کرونیکل

مسعود احمد برکاتی

ارے یہ کیا ہے؟

جب میں ''پاکستان کرونیکل'' ہاتھ میں لیے ہوئے گھر میں داخل ہوا تو میرے پوتے سرمد نے بے ساختہ مجھ سے یہ سوال کر ڈالا۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ کتاب ہے۔ تو اس نے کہا کہ اچھا کتاب ہے؟ اتنی بڑی کتاب تو میں نے پہلے نہیں دیکھی۔ آپ کے پاس بڑی بڑی، موٹی موٹی کتابیں ہیں، لیکن اتنی لمبی چوڑی اور موٹی کتاب تو شاید آپ پہلے نہیں لائے۔

میں نے کتاب میز پر رکھی اور سرمد کو بتایا کہ ہاں اس کتاب کا سائز بہت بڑا ہے، لیکن صرف سائز ہی نہیں، بلکہ اس کی خوبیاں بھی بڑی ہیں۔ یہ کتاب پاکستان پر ہے۔ جو کچھ شروع سے اب تک پاکستان میں ہوا ہے۔ جو لوگ اب تک پاکستان کے حاکم رہے ہیں، گورنر جنرل رہے۔ صدر رہے۔ وزیر اعظم رہے۔ وزیر رہے۔ بڑے بڑے عہدوں پر رہے۔ انھوں نے پاکستان کی خدمت کی۔ پاکستان کی ترقی کے لیے اچھے اچھے کام کیے اور غلط کام بھی کیے۔ ان کے بعض کاموں سے پاکستان کو نقصان بھی پہنچا۔ ان سب کے نام اس کتاب میں ہیں۔ ان کے حالات بھی ہیں۔ ان کی تصویریں بھی ہیں۔ میں نے ان میں سے بہت سوں کو دیکھا ہے۔ بہت سوں سے ملا بھی ہوں، لیکن ذہن میں ان کی تصویریں دھندلا سی گئی تھیں۔ ان کی یادیں بھی کم زور ہو گئی تھیں۔ اب عقیل عباس جعفری کی یہ کتاب ''پاکستان کرونیکل'' جو ہاتھ آئی تو سب باتیں تازہ ہو گئیں۔ اس میں صرف وزیروں، امیروں کی ہی باتیں نہیں ہیں، بلکہ اس میں ہر اہم آدمی کا ذکر ہے۔ اس میں عالموں، ادیبوں، مصنفوں، اخبار نکالنے والوں، اخبارات میں لکھنے والوں، ایڈیٹروں، شاعروں، موسیقاروں کے بھی حالات ہیں۔ مختصر مختصر ہیں، لیکن اہم اور ضروری باتیں آ گئی ہیں۔ فوج اور بڑے بڑے فوجی افسروں کا بھی ذکر ہے۔ پاکستان میں خاصے عرصے فوجی

حکومتیں بھی رہی ہیں۔ ہندستان سے دو تین بڑی جنگیں بھی ہوئی ہیں۔ سیاست داں آپس میں میں لڑتے اور ایک دوسرے گراتے، چڑھاتے رہے ہیں۔

اس کتاب میں بڑے بڑے اخباروں اور رسالوں کی تاریخی بھی دی ہوئی ہیں۔ آج سے ۵۸ سال پہلے شہید حکیم محمد سعید نے رسالہ ہمدرد نونہال جاری کیا تھا۔ اس کتاب میں لکھا ہے:

''۱۹۵۳ء میں ہمدرد فاؤنڈیشن کے بانی شہید حکیم محمد سعید نے بچوں کے اخلاق اور کردار کو سنوارنے اور ان کی صحیح خطوط پر تعلیم و تربیت کرنے کے لیے ایک جریدے ہمدرد نونہال کا آغاز کیا۔ ہمدرد نونہال تین نسلوں سے بچوں کی تربیت کر رہا ہے اور اس کے ابتدائی مدیران میں فریدہ ہمدرد اور ثریا ہمدرد کے نام شامل تھے، جب کہ معروف ادیب مسعود احمد برکاتی بھی روزِ اول سے اس جریدے سے وابستہ ہیں۔''

یہ کتاب ۱۴- اگست ۱۹۴۷ء سے شروع ہوئی ہے اور ۳۱ مارچ ۲۰۱۰ء تک کے حالات، واقعات اور تصویریں اس میں شامل ہیں۔ شہید حکیم محمد سعید صاحب کے بارے میں مختصر، مگر اہم باتیں اور ان کے کارناموں اور، خدمات کا بیان بھی ہے۔ ۱۰۸۰ صفحات کی اس مفید کتاب میں چار ہزار سے زیادہ تصویریں شامل ہیں۔ پانچ ہزار سے زیادہ واقعات لکھے ہیں اور اس خوبی سے لکھے ہیں کہ مختصر لفظوں میں ہر واقعہ، ہر شخصیت کے ضروری پہلو سامنے آجاتے ہیں۔

غور کریں تو اندازہ ہوگا کہ ہزاروں پرانی تصویریں حاصل کرنے میں کتنی محنت اور کوشش کرنی پڑی ہوگی۔ ۶۳ سال پہلے کی شخصیات اور واقعات کی تصویریں ڈھونڈنے اور پھر ان کی نقل لینے کے لیے عقیل احمد جعفری کو کتنی محنت کرنی پڑی ہوگی۔ تصویریں بہت صاف اور روشن ہیں۔

ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس کتاب میں پورے ۶۳ سال کے کلینڈر بھی ہیں۔ اگست ۱۹۴۷ء سے مارچ ۲۰۱۰ء تک ہر مہینے کی تاریخیں اور دن لکھے ہیں۔ مثلاً آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو جب مشرقی بنگال کا نام بدل کر ''مشرقی پاکستان'' رکھا گیا تو اس

روز ہجری تاریخ اور دن کون سا تھا تو اس کتاب سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہجری تاریخ ۹-شعبان ۱۳۷۵ھ تھی اور دن تھا جمعہ کا۔

اس کتاب کو مرتب کرنے میں عقیل عباس جعفری کے بیس سال صرف ہوئے ہیں۔ نونہال قارئین کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ انھوں نے اپنے لکھنے کی ابتدا ہمدرد نونہال ہی سے کی ہے۔ان کی پہلی تحریر آج سے کوئی چالیس سال پہلے نونہال ادیب کے صفحات میں چھپی تھی۔آپ بھی ارادہ اور محنت کریں تو آپ بھی بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں۔ ☆

سرورق کی تصویر

ٹائٹل پر جو نونہال یا ان کے بزرگ اپنے بچے کی تصویر چھپوانا چاہتے ہیں، وہ درجِ ذیل باتوں کا خیال رکھیں:

ا۔تصویر گود کے بچے کی نہ ہو، کم سے کم دو تین سال اور زیادہ سے زیادہ پانچ سال عمر کے بچے کی تصویر قابلِ غور ہوتی ہے۔

۲۔ بچہ سادہ یا ہلکے، بھدے رنگ کے بجائے خوش نما رنگوں کے کپڑے پہنے ہوئے ہو۔

۳۔ بیک گراؤنڈ سیاہ یا بہت گہرے رنگ کا نہ ہو۔

۴۔ بچہ خراب موڈ میں نہ ہو، بلکہ خوش اور ہنستا مسکراتا ہوا ہو۔

۵۔تصویر کے پیچھے بچے کا پورا نام اور شہر یا قصبے کا نام لکھا ہوا اور ایک کاغذ پر پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھ کر تصویر کے ساتھ لگا دیں۔

۶۔ٹائٹل پر تصویر شائع ہونے میں وقت لگتا ہے۔کم سے کم ۲-۳ مہینے تو لازماً لگتے ہیں۔

۷۔تصویر ڈاک میں خراب نہ ہو، اس لیے لفافے میں اس کے ساتھ کوئی ہلکا گتا یا کم سے کم کئی کاغذ لپٹے ہوں۔

اشاعت کے لیے تصویر کا انتخاب ماہرین کرتے ہیں، جو صرف تصویر کی خوبی یا خامی کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

بچوں کے حکیم محمد سعید

شہیدِ پاکستان کی زندگی کی کہانی، خود ان کی زبانی

ایک عظیم انسان کی حقیقی زندگی کے حالات

جس انسان نے اپنی زندگی خود بنائی۔ طبِ یونانی کے فن کو بلندی پر پہنچایا۔ علم کو پھیلایا۔ نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ادارے قائم کیے۔ اسکول سے لے کر یونی ورسٹی تک بنا ڈالی۔ ہمدرد نونہال جاری کیا۔ کتابیں لکھیں۔

زندگی کے یہ واقعات و حالات شہید حکیم محمد سعید نے نونہالوں کے اصرار پر خود لکھے ہیں۔

مزے دار اور دل چسپ اندازِ بیان، سچائی کی مہک اور نونہالوں سے محبت کی شگفتگی کتاب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔

اس میں شہیدِ پاکستان کی صاحبزادی محترمہ سعدیہ راشد کا مضمون بھی شامل ہے جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

اندر کے صفحات میں شہید حکیم صاحب کی نوجوانی کی تصویر۔ رنگین سرورق

صفحات: ۷۲ ---------------- قیمت: ۵۰ (پچاس) رُپے

ملنے کے پتے: (۱) ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ـ ۷۴۶۰۰
(۲) ہمدرد کتابستان، نزد جامع مسجد آرام باغ، شاہراہ لیاقت، کراچی

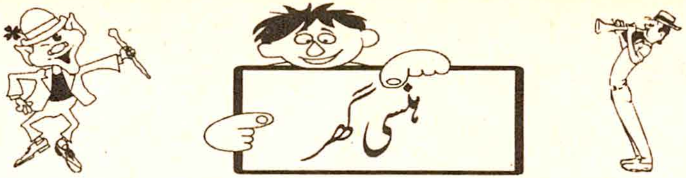

⊙ دو مہذب بچے آپس میں لڑ رہے تھے۔

پہلا بچہ: ''اگر آپ ہماری بات نہیں مانیں گے تو ہم آپ کے والد محترم کی شان میں کچھ گستاخانہ الفاظ پیش کر دیں گے۔''

دوسرا بچہ: ''اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم آپ کے سفید رخسار پر ایسا طمانچا رسید کریں گے کہ آپ کا رخسار سرخ گلاب کی پنکھڑی کی طرح چمکنے لگے گا۔''

مرسلہ: حمیدہ شمیم، کراچی

⊙ نئے نئے دولت مند ہونے والے ایک صاحب نے ایک پروفیسر کو بلایا، جو کئی زبانیں جانتے تھے۔ ان صاحب نے پروفیسر صاحب سے فرمائش کی کہ آپ میرے بیٹے کو کوئی غیر ملکی زبان سکھائیں۔ آپ جو فیس مانگیں گے، میں وہ آپ کو دوں گا۔

پروفیسر نے آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا: ''ٹھیک ہے۔ کون سی زبانیں سکھاؤں؟ انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی یا روسی؟''

ان صاحب نے کہا: ''بس ان میں سے جو سب سے زیادہ غیر ملکی ہو، وہ سکھائیں۔''

مرسلہ: اسماء سلیم، لانڈھی، کراچی

⊙ لڑکا (دکان دار سے): ''ایک سموسہ کتنے کا ہے؟''

دکان دار: ''پانچ رپے کا۔''

لڑکا: ''اور چنے؟''

دکان دار: ''مفت۔''

لڑکا: ''اچھا تو پھر یہ پیالہ چنوں سے بھر دو۔''

مرسلہ: ردا آصف، کراچی

⊙ ایک بزرگ اسکول میں اپنے پوتے سے ملنے گئے اور ماسٹر صاحب سے کہا: ''میرا پوتا یہاں پڑھتا ہے، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

ماسٹر صاحب: ''آپ اس سے نہیں مل سکتے، وہ ابھی چھٹی لے کر آپ کے جنازے میں شرکت کرنے گیا ہے۔''

مرسلہ: عائشہ کامران، کراچی

مہمان: ''میں جب چاے پیتا ہوں تو آپ کی بلی میرا منھ کیوں دیکھتی ہے؟''

میز بان: ''یہ بہت ہوشیار ہے، اپنا پیالہ پہچان لیتی ہے۔''

مرسلہ: سلمٰی خالد، کراچی

ایک دوست دوسرے دوست سے: ''سوچ رہا ہوں کہ امریکا گھوم کے آجاؤں۔ کتنے رپے خرچ ہوں گے؟''

دوسرا دوست: ''ایک رپیہ بھی خرچ نہیں ہوگا۔''

پہلا دوست: ''کیسے؟''

دوسرا دوست: ''سوچنے کے پیسے نہیں لگتے۔''

مرسلہ: محمد حسیب عباسی، سکھر

ایک فوجی دوسرے فوجی سے: ''جنرل صاحب کہتے ہیں، اس بار جنگ کمپیوٹر سے لڑی جائے گی۔''

دوسرا فوجی: ''ہاں، میزائل کمپیوٹر سے کنٹرول ہوتے ہیں۔''

پہلا فوجی: ''پھر تو ہم جنگ ہار جائیں گے۔''

دوسرا فوجی: ''وہ کیسے؟''

پہلا فوجی: ''اگر میزائل چھوڑنے سے پہلے بجلی چلی گئی تو؟''

مرسلہ: طیبہ فاطمہ، کراچی

ایک دفعہ ایک بولنے والا توتا نیلام کیا جا رہا تھا۔ توتے کا پنجرہ ایک کونے میں رکھا ہوا تھا۔ بولی لگنے لگی۔ ایک آدمی نے کہا: ''تین ہزار رپے۔'' دوسرے نے کہا: ''پانچ ہزار رپے۔'' پہلے نے کہا: ''دس ہزار رپے۔'' ایک کونے سے آواز آئی: ''بیس ہزار رپے۔'' پہلے آدمی نے پھر کہا: ''پچیس ہزار رپے۔'' کونے سے دوبارہ آواز آئی: ''تیس ہزار رپے۔'' پہلے آدمی نے کہا: ''چالیس ہزار رپے۔'' اور توتا نیلام ہوگیا، گھر آکر مالک نے کوشش کی کہ توتا بولے، مگر وہ نہیں بولا۔ تنگ آکر وہ اسے دوبارہ پہلے مالک کے پاس لے گیا اور کہا: ''یہ توتا بولتا نہیں ہے۔''

پہلے مالک نے کہا: ''یہ کیسے نہیں بولتا، یہی تو تمھارے ساتھ بولی لگا رہا تھا۔''

مرسلہ: محمد شعیب مصطفٰے، سرگودھا

ایک بھکاری ایک کنجوس سیٹھ کے پاس گیا اور اسے درد بھری کہانی سنانی شروع کر دی۔ سیٹھ رونے لگا۔ پھر اس نے اپنے نوکر کو آواز دی۔ بھکاری سمجھا کہ شاید اب کچھ ملے گا۔ جب نوکر آیا تو سیٹھ نے نوکر سے کہا: ''اس بھکاری کو دھکے دے کر باہر نکال دو، اس نے رُلا رُلا کر میرا بُرا حال کر دیا ہے۔''

مرسلہ: علی عمران، حیدر آباد

ایک سنارا اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''آپ کے ہاں کیا بکتا ہے؟''

سنار نے غصے سے جواب دیا: ''یہاں گدھے بکتے ہیں۔''

آدمی بولا: ''آپ اکیلے رہ گئے ہیں یا کوئی اور بھی ہے؟''

مرسلہ: نبیلہ وسیم، لاڑکانہ

ایک غائب دماغ پروفیسر گھر میں داخل ہوئے تو ان کی بیگم نے پوچھا: ''گاڑی کہاں چھوڑ آئے؟''

پروفیسر صاحب سوچتے ہوئے بولے: ''میں نے راستے میں ایک صاحب کو لفٹ دی تھی۔ یہاں پہنچ کر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور گھر آ گیا۔ پتا نہیں، گاڑی کون لے گیا؟''

مرسلہ: احمد بٹ، لاہور

استاد (لڑکے کے باپ سے): ''جناب! آپ کا بیٹا جماعت میں بہت کم زور ہے۔''

باپ: ''اللہ کے فضل سے گھر میں دو بھینسیں ہیں۔ دودھ مکھن کی کوئی کمی نہیں ہے، پھر بھی معلوم نہیں کیوں کم زور ہے۔''

مرسلہ: کلیم انور، ملتان

ایک کلاس میں اکثر لڑکے غیر حاضر رہا کرتے تھے اور ماسٹر صاحب کے بار بار سمجھانے پر بھی نہیں سمجھتے تھے۔ ایک دن انھیں سخت غصہ آ گیا اور حاضری لینے کے بعد غصے سے بولے: ''جو لڑکے غیر حاضر ہیں، وہ کھڑے ہو جائیں۔''

مرسلہ: ثوبیہ خان ترین، ہری پور ہزارہ

سیاح (ملاح سے) میں دریا میں نہانا چاہتا ہوں، اس میں بڑی مچھلیاں تو نہیں ہیں؟''

ملاح: ''آپ اطمینان سے نہائیں، چھوٹی بڑی تمام مچھلیوں کو مگر مچھ کھا چکے ہیں۔''

مرسلہ: عطار حمٰن، شکار پور

ہنڈ کلیا

آم کا رائتا

مرسلہ: مہوش حنا ملک، ڈیرہ غازی خان

میٹھے آم	: ڈیڑھ کلو	نمک	: حسبِ ذائقہ
پیاز درمیانے سائز کی	: ایک عدد	شکر	: ایک چائے کا چمچہ
دہی	: دو کلو	کالی مرچیں	: دس عدد
پسا ہوا کھوپرا	: دس گرام	رائی	: ڈیڑھ چائے کا چمچہ

تیل : آدھی پیالی

ترکیب: آم دھو کر چھلکا اُتاریں اور گودا نکال کر گٹھلیوں کو الگ کر دیں۔ دہی پھینٹ کر اس میں شکر اور نمک ملائیں۔ آم کا گودا اور پسا ہوا کھوپرا ڈال کر اچھی طرح ملا دیں۔ ایک پتیلی میں تیل گرم کر کے رائی سرخ کریں پھر اس میں کتری ہوئی پیاز ڈال دیں۔ سنہری ہونے پر آم اور دہی کا آمیزہ بھی اس میں شامل کریں اور ہلکی آنچ پر پکائیں۔ پندرہ منٹ کے بعد اُتار کر چولھا بند کر دیں۔ مزے دار آم کا رائتا تیار ہے۔ ☆

آم کی پڈنگ

مرسلہ: انعم غوری، کراچی

آم	: دو سے تین عدد	چینی	: ایک کپ
میدہ	: دو پیالی	انڈا	: ایک عدد
مکھن	: ایک پیالی	بیکنگ پاؤڈر	: دو چائے کے چمچے

ترکیب: ایک برتن میں مکھن، میدہ، بیکنگ پاؤڈر، چینی اور انڈا ڈال کر اچھی طرح ملا لیں۔ آم کو سلائس کی شکل میں کاٹ کر کسی پڈنگ ڈش یا کیک پین میں ڈال دیں۔ اب اس کے اوپر تھوڑی سی چینی چھڑک دیں اور پہلے جو آمیزہ بنایا تھا، اس کے اوپر اس طرح ڈالیں کہ آم پوری طرح ڈوب جائیں۔ اوون کو ۱۶۰ ڈگری پر چلا کر اس میں یہ پڈنگ ڈش رکھ دیں۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد دیکھ لیں، اگر تیار ہو تو نکال لیں اور ٹکڑے کر کے نوش کریں۔ ☆

درختوں کی چھاؤں میں

شمس القمر عاکف

جب کوئی پہنچتا ہے درختوں کی چھاؤں میں
دل اس کا جھومتا ہے درختوں کی چھاؤں میں

انسان بیٹھتا ہے درختوں کی چھاؤں میں
حیوان لوٹتا ہے درختوں کی چھاؤں میں

بھالو بھی کھیلتا ہے درختوں کی چھاؤں میں
بندر بھی ناچتا ہے درختوں کی چھاؤں میں

گرمی سے تنگ آیا مسافر تھکا ہوا
کچھ دیر لیٹتا ہے درختوں کی چھاؤں میں

رستے کی سخت دھوپ سے بے حال آدمی
تسکین ڈھونڈتا ہے درختوں کی چھاؤں میں

شہروں میں گرچہ اب نظر آتی ہے خال خال
لیکن وہی مزہ ہے درختوں کی چھاؤں میں

بجلی گئی تو سب ہی مکاں سے نکل پڑے
ہر کوئی بھاگتا ہے درختوں کی چھاؤں میں

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے ہمیں بھیج دیں، مگر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

نیکی کی قوت

مرسلہ: محمد حنیف، سجاول، میانوالی

حضرت عمر فاروقؓ نے فاتح ایران حضرت سعد بن وقاصؓ کو خط میں کچھ ہدایتیں لکھیں اور آخر میں لکھا: ''اے ابنِ وقاص! تم خود نیکی اور تقوے پر قائم رہو اور اپنی فوج کو اس پر عمل پیرا رکھو، میری یہ بات یاد رکھو کہ اگر ہم نیکی اور تقوے سے اپنے دشمن پر غالب نہ آسکے تو انھیں اپنی فوجی قوت سے بھی مغلوب نہ کر سکیں گے۔''

عظیم مجاہد

مرسلہ: ریحان ظفر، کراچی

سلطان صلاح الدین ایوبی کا انتقال ہوا تو اس کے پاس سے ایک درہم بھی نہیں نکلا۔ جو کچھ تھا، اسے وہ پہلے ہی خیرات کر چکا تھا۔ کفن کے کپڑے اور قبر کی اینٹوں کے لیے مجبوراً چندہ کرنا پڑا۔

دوستی

مرسلہ: دامنِ زہرا، اسلام آباد

☆ اللہ اُن کو دوست رکھتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ (القرآن)

☆ خدا کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوست کا خیر خواہ ہو۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

☆ اگر کوئی قابل شخص دوستی کے لائق نہ ملے تو کسی نا اہل سے دوستی مت کرو۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

☆ جو عیب سے آگاہ کرے، وہی تمھارا دوست ہے۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

☆ ہر شخص سچا دوست ڈھونڈتا ہے، مگر خود سچا دوست بننے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ (ایڈولف ہٹلر)

☆ ہر ایک نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے، مگر دوستی جتنی پرانی ہو، اتنی ہی عمدہ اور مضبوط ہوتی ہے۔ (ارسطو)

طغرل سلجوقی

مرسلہ: حمید اللہ، جعفر آباد

طغرل سلجوقی کے دو درباری امیروں میں سخت اَن بن رہتی تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف لگائی بجھائی کرتے رہتے تھے۔ ہوش مند اور دانا طغرل ان کی غیبتوں کو نظر انداز کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک امیر نے نہایت پُر اثر انداز اور مؤثر لہجے میں اپنے رقیب کی مذمت کی اور اس کے خلاف جو کچھ بھی کہہ سکتا تھا، کہہ ڈالا۔

طغرل نے سوال کیا: ''کیا وہ شخص تمھارا دشمن ہے؟''

''ہاں، وہ میرے خون کا پیاسا ہے۔ جب بھی موقع پائے گا، مجھے ہلاک کر دے گا۔''

طغرل نے نیا سوال کیا: ''اچھا اب تم یہ بتاؤ کہ اگر اس نے مجھ سے تمھارے خلاف اسی قسم کی باتیں کی ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟ یعنی میں اس کی باتوں پر یقین کرلوں یا نہیں؟''

چغل خور امیر یہ سمجھا کہ شاید اس کے خلاف پہلے ہی شکایتیں کی جا چکی ہیں، گھبرا کر بولا: ''نہیں حضور والا! وہ میرا دشمن ہے۔ وہ میرے خلاف سچ کس طرح بول سکتا ہے؟''

طغرل نے سنجیدگی سے کہا: ''اور تم بھی تو اس کے دشمن ہو، پھر میں یہ کس طرح یقین کرلوں کہ تم نے جو کچھ کہا، وہ سچ ہی ہوگا۔''

چغل خور اپنا سا منھ لے کر رہ گیا۔

عقل

مرسلہ: راؤ محمد مبشر شبیر، سکندر آباد

- کم عقل والے دوسروں کے عیب دیکھتے ہیں۔
- مناسب عقل والے صرف حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کرتے ہیں۔
- اعلا عقل والے نئی نئی تجویزیں سوچتے ہیں۔
- اعلا ترین عقل والے خاموشی سے اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

کرنسی

مرسلہ: جویریہ آصف، کراچی

☆ ایران کی کرنسی کا نام ''ریال'' ہے۔

☆ انڈونیشیا کی کرنسی کا نام ''روپیہ'' ہے۔

☆ کویت کی کرنسی کا نام ''دینار'' ہے۔

☆ لبنان کی کرنسی کا نام ''لبنانی پونڈ'' ہے۔

☆ نائیجیریا کی کرنسی کا نام ''نیرا'' (NAIRA) ہے۔

☆ تاجکستان کی کرنسی کا نام ''روبل'' ہے۔

☆ ترکی کی کرنسی کا نام ''لیرا'' (LIRA) ہے۔

☆ ازبکستان کی کرنسی کا نام ''سوم'' (SOM) ہے۔

☆ شام کی کرنسی کا نام ''شامی پونڈ'' ہے۔

تیری ہمت کو سلام ہے

مرسلہ: احمد بٹ، لاہور

لاہور کے تاریخی مقامات میں شالامار باغ کا نام سرِ فہرست ہے۔ ایک مرتبہ پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل ملک غلام محمد نے کسی غیر ملکی بادشاہ کو شالا مار باغ میں دعوت دی۔ گورنر جنرل کو یہ پسند نہیں تھا کہ وہ دعوت کے موقع پر اپنی سواری سے باغ کے دروازے پر اُترے اور باہر سے پیدل چلتا ہوا باغ میں داخل ہو، لہٰذا اس نے صوبائی حکومت کو یہ حکم جاری کیا کہ سڑک کی جانب سے باغ کی دیوار کا کچھ حصہ توڑ دیا جائے تاکہ اس کی موٹر اندر جا سکے اور سیدھی وہاں جا کر رکے، جہاں اس کی اور مہمان بادشاہ کی نشست کا انتظام کیا گیا ہے۔

اس زمانے میں ولی محمد نامی ایک محبِ وطن آثارِ قدیمہ کے محکمے کا مہتمم تھا۔ اس نے گورنر جنرل کے دبدبے اور رعب کی کوئی پروانہ کی اور کہا: ''ایسا نہیں ہوسکتا۔ پاکستان کو حکمراں اور بھی بہت مل سکتے ہیں، میرے جیسے ملازم بھی بہت مل جائیں گے، لیکن یہ تاریخی دیوار بنانے کے لیے کوئی شاہ جہاں دوبارہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ دیوار ہمیں ہمارے ماضی سے امانت میں ملی ہے، اس لیے اسے ہمارے ہاتھوں نہیں گرنا چاہیے۔ شالامار باغ کے ساتھ جو کچھ ہونا تھا، وہ پہلے ہی ہو چکا ہے، مزید کی گنجایش نہیں۔'' پاکستان کے بارعب حکمراں کا حکم ولی محمد نے نہیں مانا۔ اس طرح شالامار باغ کی دیوار شگاف پڑنے سے بچ گئی۔

مسیحا کا سوال

مرسلہ: نعیمہ عامر، نیو کراچی

مہاتما بدھ کے پاس ایک عورت اپنے بچے کی لاش لائی اور بولی: ''سنا ہے تم مردوں میں جان ڈال سکتے ہو، میرے بچے میں جان ڈال دو۔''

مہاتما بدھ نے کہا: ''ایسا کرو، پہلے تم گاؤں کے اس گھر کے چولھے کی راکھ لے آؤ، جہاں کبھی موت نہ ہوئی ہو۔''

عورت گھر گھر گئی، مگر کوئی ایسا گھر نہ ملا۔

عورت دوبارہ بدھ کے پاس گئی اور چپکے سے اپنے بچے کی لاش اُٹھا کر لے گئی۔

معذور خطاط

مرسلہ: ثمینہ اقبال، عزیز آباد

''ٹامس شیوکر'' جرمنی کا ایک مشہور خوش نویس گزرا ہے۔ اس کا زمانہ ۱۴۴۰ء سے ۱۵۰۲ء تک تھا۔ وہ پیدا ہوا تو اس کے ہاتھ نہیں تھے۔ اس پیدائشی معذوری کے علاوہ اس کا جسم بھی ناقص تھا۔ وہ نہ سیدھا کھڑا ہوسکتا تھا، نہ بیٹھ سکتا تھا۔ اس کی حالت ہمیشہ ایسا رہتی تھی جیسے وہ کسی کام سے جھکا ہوا ہو۔ اس کے باوجود اس نے کوئی پروا نہیں کی۔ کسی احساس کمتری میں نہیں پڑا اور خوش نویسی کے فن میں کمال حاصل کیا۔ وہ قلم پیر کے انگوٹھے اور ایک انگلی کے درمیان دباتا تھا۔ اس طرح لکھنے میں اسے کوئی دِقت نہیں ہوتی تھی۔ وہ اتنی خوب صورتی سے لکھتا تھا کہ ہر شخص کے منھ سے بے اختیار داد نکلتی تھی۔ یورپ کے بڑے بڑے لوگ اس کی خطاطی کے مداح تھے۔

علم دریچے

مرسلہ: ثناء فاطمہ راجپوت، نوابشاہ

ایک زمانے میں ایک مسلمان حکمراں نے اپنے خلاف فیصلہ دینے والے ایک قاضی سے کہا: ''اگر تم انصاف نہ کرتے تو میں اپنی تلوار سے تمھاری گردن کاٹ دیتا۔''

قاضی نے یہ سننے کے بعد مسند کے نیچے بچھی ہوئی دری کا ایک کونا اُٹھایا اور اپنا کوڑا ہوا میں لہراتے ہوئے جواب دیا: ''اگر آپ عدالت کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کرتے تو اس کوڑے سے آپ کی خبر لیتا۔''

امید

مرسلہ: عبدالرافع، لیاقت آباد، کراچی

لوگوں کو اتنی جلدی معاف کردیا کرو، جتنی جلدی تم اللہ سے معافی کی امید رکھتے ہو۔ ☆

میں تمھارا کان ہوں

شہید حکیم محمد سعید

قدرت نے انسانی جسم میں بعض اعضا کے جوڑے بنائے ہیں: مثلاً دو ٹانگیں، دو پیر، دو ہاتھ، دو آنکھیں، دو گردے۔ اسی طرح میں بھی اکیلا نہیں ہوں۔ دونوں کانوں کا کام ایک ہے، اس لیے ایک ہی تعارف پیش کر رہا ہوں۔

اندرونی طور پر میرا تعلق ناک اور حلق سے ہے۔ اگر تم اسپتال میں جا کر دیکھو تو تمھیں ایک شعبہ ملے گا ای این ٹی (E N T)۔ اس کا مطلب ہے۔ Ear Nose Throat یعنی کان، ناک اور حلق۔

میرے تین حصے ہیں: بیرونی حصہ، درمیانی حصہ اور اندرونی حصہ۔

بیرونی حصہ کُرکُری ہڈی کا بنا ہوتا ہے۔ جب تھوڑا سا کان موڑ دیا جائے تو وہ اپنی جگہ پر آ جاتا ہے۔ اس سے ایک نالی اندر کو جاتی ہے۔ کیڑوں اور گرد و غبار کو اندر جانے سے روکنے کے لیے اس میں بہت سی چھوٹی چھوٹی گلٹیاں ہوتی ہیں، جن سے ایک لیس دار رطوبت نکلتی ہے، جس کو کان کا میل کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس نالی میں چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں۔ کان کا میل اور یہ بال کیڑوں وغیرہ کو اندر نہیں جانے دیتے۔ بیرونی حصہ آواز کو کان کے اندر بھیجتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کان کے اندر گرمی سردی میں اعتدال قائم رکھتا ہے۔ قدرت نے میری اس نالی کو قدرے ٹیڑھا بنایا ہے، تاکہ کوئی چیز سیدھی درمیانی حصے تک نہ پہنچ سکے۔ درمیانی حصے کے شروع میں باریک جھلّی کا ایک پردہ ہوتا ہے۔ اس کو طبلِ گوش (کان کا ڈھول) بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد خالی جگہ ہے۔ طب کی زبان میں خالی جگہ کو جوف کہتے ہیں۔ اس جوف میں تین چھوٹی ہڈیاں ہیں اور پھر ایک نالی ہے، جو اسے حلق سے ملاتی ہے۔

کان

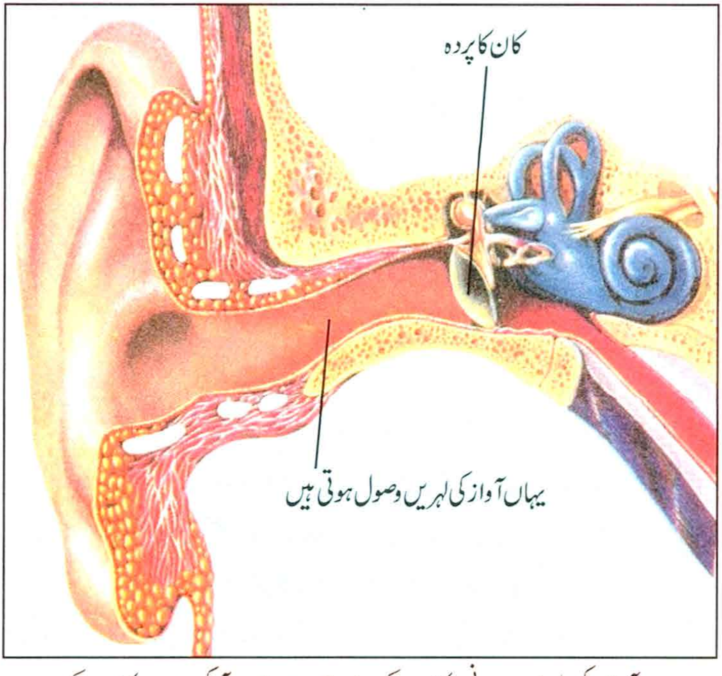

آواز کی لہریں بیرونی کان کے راستے سے اندر آکر جب کان کے پردے (طبلِ گوش) سے ٹکراتی ہیں تو اس پردے میں تھرتھراہٹ (ارتعاش) پیدا ہوتی ہے۔ یہ تھرتھراہٹ پھر ترتیب وار پہلی، دوسری اور تیسری ہڈی میں پیدا ہو کر کان کے اندرونی حصے میں چلی جاتی ہے۔

کان کا درمیانی حصہ ایک تو آواز کی تھرتھراہٹ کو درجہ بہ درجہ اندرونی حصے کو پہنچاتا ہے، دوسرے کان کے اندر ہوا کے دباؤ میں توازن پیدا کرتا ہے۔

اندرونی حصے میں ایک چیز گھونگے کی شکل کی ہے۔اس میں گھونگے کی طرح دو تین پیچ ہوتے ہیں، اس لیے اس کا نام بھی گھونگا پڑ گیا ہے۔ انگریزی میں اسے کوک لیا (Cochlea) کہتے ہیں۔گھونگا آواز کی لہروں کو اعصابی قوت میں تبدیل کرتا ہے،یعنی اعصاب ان کو ایک ایسی شکل میں دماغ کو پہنچاتی ہیں کہ وہ یہ پہچان لیتا ہے کہ یہ آدمی کی آواز ہے یا پرندے کی چہچہاہٹ، کسی بچے کی چیخ ہے یا ہوائی جہاز کا شور۔اس کے علاوہ گھونگا اور اس کے ساتھ مشینری بدن میں توازن پیدا کرتی ہے۔تم نے جمناسٹک کے کھلاڑیوں کو دیکھا ہوگا۔کبھی جمناسٹک کا کھلاڑی صرف ایک بازو کو زمین پر ٹکا کر پورے بدن کو اوپر کی طرف ہوا میں اچھال کر اس ایک بازو پر بدن کو سہار لیتا ہے۔یہ توازن قائم کرنے کی ایک مثال ہے۔

گھونگے کے ساتھ تین نیم گول چاندنی نالیاں (مجاریِ ہلالیہ) ہیں، جن میں ایک رطوبت بھری ہوتی ہے۔ان میں سے ایک نالی اوپر اور نیچے کا توازن قائم کرتی ہے، دوسری آگے اور پیچھے کا اور تیسری دائیں اور بائیں کا۔ہوتا یہ ہے کہ جب یہ نیم گول نالیاں دماغ کو اطلاع دیتی ہیں کہ فلاں طرف جھکاؤ بڑھ رہا ہے تو دماغ توازن قائم رکھنے کے لیے کسی عضلے (پٹھے) کو حکم دیتا ہے کہ وہ سکڑ جائے، کسی اور کو حکم دیتا ہے کہ وہ ڈھیلا ہو جائے۔

کان کی عام بیماریوں میں کان کا درد، کان کا بہنا، اور اونچا سننا شامل ہیں۔کان میں ہمیشہ تھوڑا بہت میل جمع رہتا ہے، لیکن اسے اتنا بڑھنے نہ دیا جائے کہ کان بند ہو جائے۔میل نکالنے کے لیے کوئی نوک دار لکڑی یا لوہے کی سلاخ استعمال نہ کی جائے۔اب بازار میں ایسی تیلیاں ملتی ہیں، جن کے ایک یا دونوں سروں پر ڈھنگ سے روئی لپٹی ہوتی ہے۔غسل کرتے وقت یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ پانی کان کے اندر نہ رہ جائے۔کانوں کو سرد ہوا سے بچانا چاہیے۔

کان کے درد، کان بہنے اور اونچا سننے کے لیے معالج سے مشورہ اور علاج کرانا ضروری ہے۔ ☆

نونہال مصور

نبیلہ عرفان، جہلم

عائشہ انصاری، حیدر آباد

فہد محسن، محمد اویس، ناظم آباد کراچی

قدسیہ شریف، لیاقت آباد، کراچی

شمع عرفان، جہلم

ٹھنڈا میٹھا فالودہ
منٹوں میں تیار!
بچوں اور بڑوں سب کی پسندیدہ
صحت وصفائی کے اصولوں کے مطابق گھر میں فوراً تیار!
5-6 گلاس
فوراً تیار!
Laziza International
Jelly Falooda Mix
(Drink & Dessert Mix)
Laziza International
Rabri Falooda Mix
(Drink & Dessert Mix)
Halal
Purity, Quality & Taste since 1985
www.lazizafoods.com

ازبکستان کی لوک کہانی

بلاعنوان انعامی کہانی

شمس الحسن

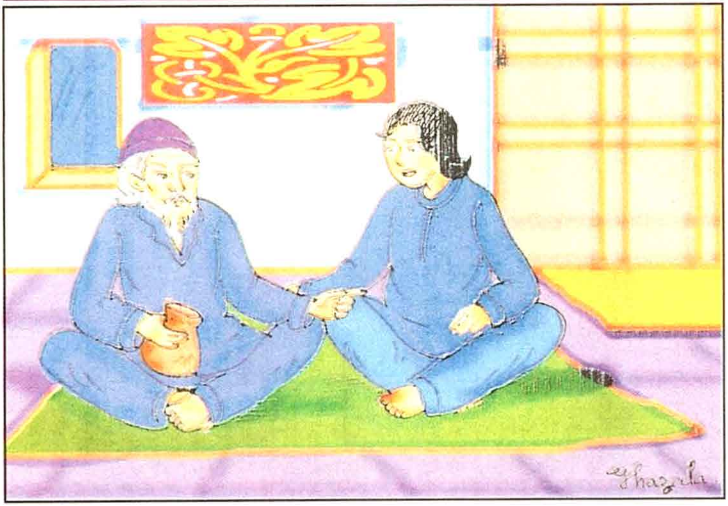

پرانے زمانے کی بات ہے۔ کسی ملک میں ایک آدمی رہا کرتا تھا۔ وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا، جس کا نام علی جان تھا۔ بوڑھے کے پاس کل تین سو اشرفیاں تھیں، جو اس نے عمر بھر بچت کر کے جمع کی تھیں۔ بوڑھا سوچتا تھا کہ اب میرا کیا بھروسا، کسی دن بھی بلاوا آ سکتا ہے۔ میرا بیٹا اب بڑا ہو چکا ہے۔ اس کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیے۔ بہت غور و فکر کے بعد اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا: ''میں اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے مرنے سے پہلے تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ تم تجارت شروع کرو۔ میں نے معلوم کر لیا ہے کہ ایک قافلہ دو روز بعد سیتا پور روانہ ہونے والا ہے۔ اس میں بڑے بڑے تاجر شامل ہیں۔ میں تمھیں سو اشرفیاں دے رہا ہوں۔ دوسرے شہر جا کر منافع بخش سامان خریدو اور تجارت کرنا سیکھو۔ اور ہاں سنو، ان

اشرفیوں کو ایسی ویسی باتوں میں ضائع مت کر دینا۔''

علی جان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ وہ بڑا نیک، سمجھ دار اور فرماں بردار لڑکا تھا، مگر اسے تجارت سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے، پھر بھی اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ کوئی ایسا ہنر سیکھے، جس کی وجہ سے وہ کام یاب زندگی بسر کر سکے۔ چوں کہ وہ ایک فرماں بردار بیٹا تھا، اس لیے جب اس کے والد نے اسے تجارت کا پیشہ اپنانے کے لیے کہا تو اس نے اپنے والد سے زیادہ بحث نہیں کی۔ اس نے وہ اشرفیاں لے لیں اور سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔ قافلے کے بارے میں معلومات حاصل کی اور سیتا پور روانہ ہو گیا۔

چند روز سفر کرنے کے بعد قافلہ سیتا پور پہنچا۔ ایک سرائے میں قیام کیا۔ اس شہر میں ایک بہت بڑا باغ تھا۔ رات کو علی جان اس باغ کی سیر کو نکل کھڑا ہوا۔ وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہزاروں قمقمے جگمگا رہے ہیں اور باغ دن کی طرح روشن ہے۔ اس نے دیکھا کہ باغ کا فرش سنگ مرمر کا ہے، جس پر قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ جگہ جگہ بڑی خوب صورت میزیں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میزوں پر لعل و جواہر جڑے ہوئے ہیں۔ میزوں پر کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ ایک آدمی علی جان کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے پاس آیا اور بولا، ''صاحب زادے! یہاں کھڑے حیران کیوں ہو رہے ہو؟ کوئی بات جاننے کے خواہش مند ہو تو میں حاضر ہوں۔''

''یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟'' علی جان نے پوچھا۔

''برخوردار! یہ نوجوان شطرنج کھیل رہے ہیں۔ یہاں اس کی تربیت دی جاتی ہے۔ یہ شطرنج کا ہُنر سکھانے کا اسکول ہے۔''

''کیا میں یہ ہُنر سیکھ سکتا ہوں؟''

''ہاں، تم بھی سیکھ سکتے ہو۔ قاعدے کے مطابق تمھیں سو اشرفیاں بطور فیس ادا کرنی ہوں گی۔ چھے مہینے کا کورس ہے۔ اس دوران تمھارا کھانا پینا رہنا سہنا سب درس گاہ کے ذمے ہوگا۔''

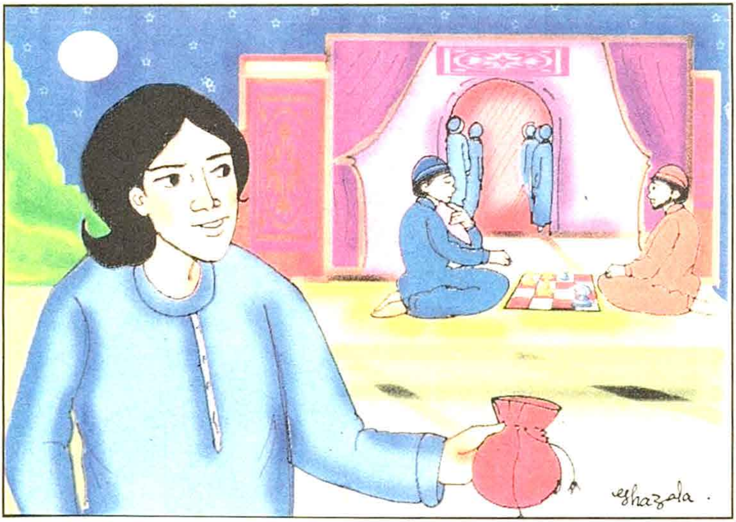

علی جان کے پاس جو اشرفیاں تھیں، وہ دے کر اس نے شطرنج کھیلنے کے اسکول میں داخلہ لے لیا۔ چند دنوں میں اسے شطرنج کھیلنے میں بڑا مزہ آنے لگا۔ جلد ہی وہ ایک ذہین اور ماہر شاطر بن گیا۔ بعض اوقات تو وہ اپنے استادوں سے بھی آگے بڑھنے لگا۔ جب کورس ختم ہوا تو سب طالب علم اپنے اپنے گھر روانہ ہونے لگے۔ علی جان نے شطرنج کے کھیل میں بڑا نام پیدا کر لیا تھا، لیکن وہ بہت اداس تھا کہ بغیر پیسوں کے گھر کیسے جائے اور اپنے والد کو کیا بتائے۔ بہر حال وہ بوجھل دل کے ساتھ گھر روانہ ہوا۔ راستے میں جنگلی پھل اور چشمے کے پانی پر گزارا کیا اور پیدل سفر کرتے ہوئے گھر پہنچا۔ جب علی جان خالی ہاتھ گھر آیا تو اس کے والد کو بہت دکھ ہوا اور انھوں نے علی جان کو بتایا کہ اس نے وقت اور پیسہ برباد کر کے اپنا مستقبل تباہ کر لیا۔

سال بھر تک علی جان اپنے گھر میں ہی رہا۔ ایک دن اس کے والد نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پھر نصیحتیں کیں۔ زمانے کی اونچ نیچ سے آگاہ کیا۔ وقت اور پیسے کی قدر و قیمت سمجھائی۔

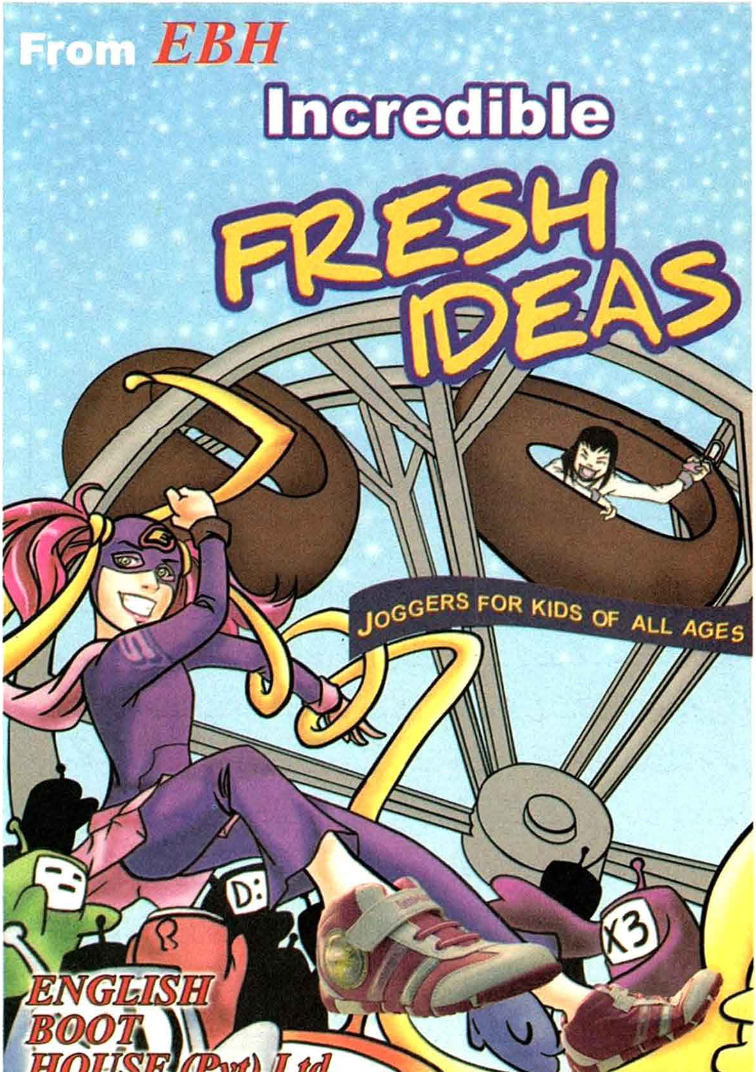

From EBH
Incredible
FRESH IDEAS
JOGGERS FOR KIDS OF ALL AGES
D:
X3
ENGLISH BOOT HOUSE (Pvt) Ltd.
Karachi

تجارت کے فائدے بتائے اور ایک بار پھر سو اشرفیاں دے کر تجارت کے لیے روانہ کر دیا۔ قافلہ پھر منزلیں طے کرتا ہوا سیتا پور پہنچا۔ ایک بار پھر سرائے میں سامان اتارا اور شام کو پھر علی جان باغ کی سیر کو نکل کھڑا ہوا۔ باغ میں اس بار بہت پیارا سا نغمہ سنائی دے رہا تھا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ جہاں اس نے شطرنج کھیلنی سیکھی تھی، وہاں ساز بجائے جا رہے ہیں۔ ساز کی آوازیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں۔ وہ اپنے باپ کی نصیحتوں کو بھول گیا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ بھی ساز بجانا سیکھے۔ اس نے منتظم سے بات کی تو معلوم ہوا کہ فیس وہی سو اشرفیاں ہیں اور چھ مہینے کا کورس ہے۔ علی جان نے سو کی سو اشرفیاں نکال کر منتظم کے حوالے کیں اور داخلہ لے لیا۔ اس نے کئی ساز بجانے سیکھے۔ ان میں اس کا دل ایسا لگ گیا کہ وہ اس میں ڈوب گیا۔ کچھ عرصے بعد اس نے ساز بجانے میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اپنے استادوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ کورس ختم ہوا تو امتحان ہوا۔ علی جان اوّل آیا۔ پھر سب طالب علم اپنے اپنے گھر لوٹنے لگے۔ علی جان ایک بار پھر اداس ہو گیا کہ اب ابا جان کے پاس کس منھ سے جاؤں اور کیسے بتاؤں کہ تجارت کے بجائے ایک اور ہنر سیکھ لیا ہے۔ وہ پہلے کی طرح پیدل سفر کرتا ہوا اپنے گھر پہنچا۔ اس بار اس کے والد کا ردِعمل شدید تھا۔ بیٹے کو خالی ہاتھ دیکھ کر اُسے بہت غصہ آیا۔ اس نے علی جان کو خوب بُرا بھلا کہا۔ پھر ایک سال اور گزر گیا۔ ایک دن پھر اس کے والد نے اسے شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا: ''دیکھو بیٹے! میں ایک بار پھر تمھیں سو اشرفیاں دے رہا ہوں۔ یہ آخری اشرفیاں ہیں، مگر تم نے ان کو بھی فضول کاموں میں اڑا دیا تو ہم بالکل کنگال ہو جائیں گے۔ روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترسیں گے، اور تم کبھی اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہو سکو گے۔''

علی جان نے سو اشرفیاں لے لیں۔ چند دنوں کے بعد وہ پھر قافلے کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس بار اس نے فیصلہ کیا کہ وہ پوری احتیاط سے کام لے گا اور کوئی ہنر سیکھنے کے بجائے ان اشرفیوں سے مال و اسباب خریدے گا اور پھر اچھے منافع پر بیچے گا اور ایک بار پھر وہ اسی شہر میں تھا۔

سرائے میں سامان رکھنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ اس بار وہ باغ کا رخ نہیں کرے گا۔ وہ شام کو غسل کے لیے حمام گیا۔ واپسی پر وہ باغ کے قریب سے گزر رہا تھا تو اس نے دل میں کہا کہ ایک نظر دیکھنے میں کیا ہرج ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے آپ کو باغ کے اندر پایا۔ اس نے دیکھا کہ جہاں اس نے شطرنج کھیلنا اور ساز بجانا سیکھا تھا، وہاں نوجوان بیٹھے ہیں اور علم حاصل کر رہے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کی خواہش نے علی جان کو بے چین کر دیا۔ پھر اس نے وہاں داخلہ لینے کی ٹھان لی۔ اس کی فیس سو اشرفیاں تھیں اور سہولتیں بھی پہلے جیسی تھیں۔ اس نے سو اشرفیاں دے کر داخلہ لے لیا۔ پھر اس نے بہت محنت اور دل چسپی سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل ہوئی۔ اب علی جان نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، لیکن اس بار خالی ہاتھ گھر جانے اور بوڑھے باپ کو اپنی شکل دکھانے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

اسی دوران علی جان کی ملاقات ایک ایسے سوداگر سے ہوئی جو دور کے کسی شہر جا رہا تھا۔ وہ اپنا سامان اونٹوں پر لدوا چکا تھا۔ علی جان نے اس سوداگر کے ہاں ملازمت کر لی۔ قافلہ چلتا رہا۔ یہ راستہ ایسا تھا جہاں پانی کی کمی تھی۔ قافلے کے پاس پانی ختم ہو گیا تو جان کے لالے پڑنے لگے۔ پانی کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کافی تلاش کے بعد وہ ایک کنویں تک پہنچنے میں کام یاب ہو گئے۔ یہ کنواں بہت گہرا تھا اور اس میں پانی بھی بہت تھوڑا تھا۔ سوداگر نے علی جان کو حکم دیا کہ وہ کنویں کے اندر اتر جائے۔ علی جان نے حکم کی تعمیل کی اور کنویں میں اتر گیا۔ اس نے مشک میں پانی بھرا۔ ابھی وہ اوپر چڑھنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ کنویں کی دیوار میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے دروازے پر اس کی نظر پڑی۔ مشک ایک طرف رکھ کر وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کو ہلکا سا دھکا دینے پر وہ کھل گیا۔ علی جان نے اندر جھانک کر دیکھا کہ کمرا بہت روشن، منور اور بڑا تھا۔ اس میں قالین بچھے تھے۔ وہاں ایک بوڑھا موجود تھا۔ وہ سر جھکائے بہت اداس بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ساز تھا۔ علی جان اندر داخل ہوا تھا اور بوڑھے کے ہاتھ

سے ساز لے کر بجانے لگا۔ نغمے کی میٹھی دھن سن کو بوڑھے نے اپنی آنکھیں کھولیں اور علی جان کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ جب دُھن ختم ہوئی تو بوڑھے نے اسے دل کھول کر داد دی اور پھر پوچھا: ''اے آدم زاد! تُو یہاں کیسے آ گیا؟'' علی جان نے سارا قصہ سنایا۔ اس کے بعد جب وہ چلنے لگا تو بوڑھے نے اسے روکا اور کہا: ''تم نے مجھے یہ نغمہ سنا کر بہت خوش کیا ہے۔ میں تمھیں تین سو اشرفیاں انعام میں دوں گا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی خواہش ہے تو بتاؤ، میں پوری کر دوں گا۔''

''آپ کون ہیں؟ اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟''

''میں جن ہوں۔ پانچ دن ہوئے میرا اکلوتا بیٹا مجھے اکیلا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی موت نے مجھے اداس کر دیا ہے۔ میں خود بھی مرنے کو تیار ہو گیا تھا اور اپنے غم کو کم کرنے کے لیے اپنے بیٹے کا یہ ساز اٹھا لایا تھا، مگر یہ مجھے بجانا نہیں آتا تھا۔ تم نے اپنے جادو بھرے نغمے سے میرے دل میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ تم کیا چاہتے ہو؟''

''آپ اوپر چڑھنے میں میری مدد کیجیے۔'' علی جان نے کہا۔ بوڑھے نے تین سو اشرفیوں سے بھرا تھیلا علی جان کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا کہ آنکھیں بند کر دو۔ علی جان نے آنکھیں بند کیں اور جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو کنویں سے باہر پایا۔ قافلہ جا چکا تھا۔ علی جان قدموں کے نشان دیکھتا ہوا قافلے کے پیچھے چل پڑا اور دوسرے دن قافلے کے ساتھ مل گیا۔ سب اسے زندہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ علی جان نے سوداگر کو سارا واقعہ سنایا اور اشرفیوں سے بھرا تھیلا بھی دکھایا۔ راستے میں قافلہ جب ستانے کے لیے رکا تو قافلے کا سردار ایک طرف بیٹھ کر خط لکھنے لگا۔ پھر اس نے خط لفافے میں بند کر کے ایک طرف مہر لگائی اور علی جان کو بلا کر کہا: ''تم بہت اچھے نوجوان ہو! میں تمھاری شرافت سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میری ایک ہی بیٹی ہے، جو بڑی سگھڑ اور خوب صورت ہے۔ میں اس سے تمھاری شادی کرنا چاہتا

ہوں۔تم جلدی سے میرے گھر چلے جاؤ اور میرے پہنچنے تک شادی کی تیاری مکمل کرلو۔اور ہاں دیکھو! اپنی رقم سنبھال کر رکھنا۔میں تین دن بعد گھر پہنچ جاؤں گا۔یہ خط جاتے ہی میری بیوی کو دے دینا۔''

اس نے علی جان کو روانہ کر دیا۔علی جان بغیر رکے منزلیں طے کرتا رہا، کچھ تھکن محسوس ہوئی تو ایک جگہ ستانے کو رک گیا۔اسے خیال آیا کہ میں نے پڑھنا سیکھ ہی لیا ہے، ذرا دیکھوں تو اس خط میں کیا لکھا ہے۔اس نے خط کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔لکھا تھا:

''میں تین سو اشرفیوں سے بھرا تھیلا تم کو اپنے نوکر کے ہاتھ بھجوا رہا ہوں۔اس کو پھسلانے کے لیے میں نے اس سے کہا ہے کہ میں تمھاری شادی اپنی بیٹی سے کر رہا ہوں۔تم فوراً اس کا سر قلم کر دینا۔میں تین دن میں آ رہا ہوں۔''

فقط تمھارا شوہر

علی جان نے وہ خط پڑھ کر پھینک دیا اور دوسرا خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا:

''اس عزیز مہمان کا خوب اچھی طرح استقبال کرنا۔اس کی تواضع میں کوئی کمی نہ رہے۔اس کے پہنچتے ہی ہماری بیٹی کی شادی فوراً اس سے کر دینا۔میرے آنے کا انتظار نہ کرنا۔''

فقط تمھارا شوہر

علی جان نے اس خط کو لفافے میں بند کر کے جیب میں ڈالا اور چل پڑا۔سوداگر کے گھر پہنچ کر اس نے خط اس کی بیوی کے حوالے کر دیا۔خط پڑھ کر سوداگر کی بیوی نے علی جان کی خوب خاطر تواضع کی اور دوسرے دن بڑی دھوم دھام سے اپنی بیٹی کی شادی علی جان سے کر دی۔ تیسرے دن صبح علی جان اور اس کی بیوی گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے رخصت ہوئے۔جاتے وقت علی جان نے نوکروں کو ہدایت کر دی کہ میں تجارت کے سلسلے میں باہر جا رہا ہوں۔رات کے وقت کسی کے لیے دروازہ نہ کھولنا۔اگر کوئی دیوار پھاند کے آجائے تو اس کی خوب پٹائی کرنا۔یہ میرا حکم ہے۔

اسی رات کو سوداگر اپنے گھر پہنچا، بڑی دیر تک دروازہ کھٹکھٹایا، لیکن جب کسی نے دروازہ نہ کھولا تو مجبوراً اسے دیوار پھاند کر آنا پڑا۔ نوکر تو پہلے ہی تاک میں بیٹھے تھے۔ انھوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اس کی پٹائی شروع کر دی، لیکن جب انھوں نے سوداگر کی چیخ پکار سنی تو اپنے ہاتھ روک لیے۔ سوداگر بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو اپنی بیوی سے پوچھا: ''کوئی میرا خط لے کر آیا تھا؟ تم نے اس کے ساتھ کیا کیا؟''

''میں آپ کا حکم بجا لائی۔'' بیوی نے جواب دیا۔

''اور اشرفیوں کے تھیلے کا کیا کیا؟''

''کون سا تھیلا؟ کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟'' بیوی نے حیرت سے پوچھا۔

''تم کیسی باتیں کر رہی ہو! میں نے لکھا نہیں تھا کہ اشرفیوں کا تھیلا لے کر اسے قتل کر دینا۔''

بیوی نے اپنے شوہر کی طرف یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ پھر وہ بولی: ''یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے! بھلا کوئی اپنے داماد کو بھی مارتا ہے!''

''داماد؟ کون سا داماد؟'' سوداگر نے گھبرا کر کہا۔

''تمھاری بیٹی کا شوہر، ہمارا داماد۔''

''یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے اس کی شادی کب کر دی؟''

''دو دن ہو چکے ہیں۔'' بیگم نے کہا۔

یہ سن کر سوداگر نے اپنا سر پیٹ لیا۔ اس نے سب کو ڈانٹا، کوسا اور پھر پوچھا: ''اور وہ خود کہاں ہے؟''

''وہ تو صبح ہی گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلے گئے تھے۔'' ایک نوکر نے جواب دیا۔ سوداگر سمجھ گیا کہ اسے اپنے کیے کی سزا مل گئی ہے، چناں چہ اس نے اپنے داماد سے صلح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

علی جان چلتے چلتے ایک بڑے شہر میں پہنچا، جس کے بازاروں میں بڑی رونق تھی۔ وہاں ایک ڈھنڈورچی اعلان کر رہا تھا:

''لوگو! سنو! پھر نہ کہنا، ہمیں خبر نہ ہوئی۔ جو کوئی شطرنج کا کھیل اچھا کھیلتا ہو، شاہی محل پہنچ جائے۔ جو شخص بادشاہ کے ساتھ تین بازیاں کھیل کو تینوں جیت لے گا۔ بادشاہ اس کو انعام واکرام سے نوازے گا، لیکن جو ہار جائے گا، اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔''

یہ اعلان علی جان کے کانوں تک بھی پہنچا۔ علی جان دربار میں پہنچا۔ اس نے بادشاہ سلامت کے ساتھ شطرنج کھیلنے کی درخواست کی۔ کھیل شروع ہوا۔ تین بازیاں ہوئیں اور تینوں علی جان نے جیت لیں۔ بادشاہ نے وعدے کے مطابق اسے انعام واکرام سے نوازا۔ گھر پہنچ کر علی جان نے اپنی آپ بیتی اپنے بوڑھے باپ کو سنائی۔ باپ یہ کہانی سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے علی جان سے کہا: ''واقعی تم بہت ذہین ہو! تم نے کتنے ہی ہنر سیکھ لیے اور ہنر سے تمھیں فائدہ پہنچا۔''

علی جان نے بڑے ادب سے جواب دیا۔ ''ابا جان! آدمی کتنے ہی ہنر سیکھے، کم ہے۔''

☆☆☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ 111 پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- جولائی ۲۰۱۰ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

نونہال ادیب

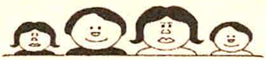

لکھنے والے نونہال

شہزاد عباس کھرل، قادر پوراں
اقراء عبدالجبار صدیقی، نیو کراچی
محمد عابد بن فتح محمد، کراچی
بوھر کٹور، گھمنہ

سمعیہ غفار، کراچی
محمد معظم شفیق، کہروڑ پکا
سدرہ اشرف، کراچی
زنیرہ سلیم، کراچی

شہیر ثاقب، راولپنڈی

رکشے والا

مرسلہ: شہزاد عباس کھرل، قادر پوراں

یہ ہے فضلو رکشے والا
دن بھر محنت کرنے والا
اُٹھ جاتا ہے صبح سویرے
سڑکوں کے کرنے کو پھیرے
تھوڑی سی ورزش کرتا ہے
محنت اور کوشش کرتا ہے
پہلے رکشے کو دھوتا ہے
دیکھ کے اس کو خوش ہوتا ہے
اچھی طرح کر کے تیاری
چھوڑ کے سُستی اور بیزاری
رکشا سڑک پر لے کر آئے
خود یہ محنت کر کے کھائے
کوئی اس کو سواری جب ملتی ہے
اس کے دل کی کلی کھلتی ہے
مانا اَن پڑھ اور جاہل ہے
پھر بھی یہ کتنا عاقل ہے
یہ ہے فضلو رکشے والا
دن بھر محنت کرنے والا

خدا کی پناہ

مرسلہ: اقراء عبدالجبار صدیقی، نیو کراچی

ایک دفعہ ایک پائلٹ مسافر جہاز کو لندن سے امریکا لے جا رہا تھا۔ آٹھ گھنٹے کی اس طویل پرواز میں جہاز سمندر پر ہی اُڑتا ہے۔ جہاز کو پرواز کیے چار گھنٹے گزر چکے تھے۔ کچھ مسافر سو رہے تھے اور کچھ جاگ رہے تھے، اچانک

اسپیکر سے پائلٹ کی آواز ابھری: "خواتین و حضرات! جہاز کا پائلٹ آپ سے مخاطب ہے۔ نیویارک جانے والی پرواز پر ہم چار گھنٹے کا سفر طے کر چکے ہیں۔ ہم اس وقت بحر اوقیانوس کے درمیان میں ہیں، اگر آپ دائیں بائیں کی کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ جہاز کے چاروں انجنوں میں آگ لگی ہوئی ہے۔

اگر آپ جہاز کے پچھلے حصے میں جا کر دیکھیں تو پتا چلے گا کہ جہاز کی دُم چند لمحوں میں ٹوٹ کر علاحدہ ہو جائے گی۔

اگر آپ جہاز کی کھڑکی سے سمندر کی طرف دیکھیں تو آپ کو پیلے رنگ کی چھوٹی سی "لائف بوٹ" نظر آئے گی، جس میں سوار تین آدمی آپ کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلا رہے ہیں۔

ان تین آدمیوں میں ایک تو میں خود ہوں اور دو معاون پائلٹ ہیں۔ اسپیکر پر جو آواز آپ سن رہے ہیں، وہ پہلے سے رکارڈ شدہ ہے۔ خدا آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔ اجازت چاہتا ہوں۔"

درست فیصلہ

محمد عابد بن فتح محمد، کراچی

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک آدمی نے ایک امیر آدمی کو دیکھ کر امیر بننے کا فیصلہ کیا۔ کئی دن تک وہ کمائی میں لگا رہا اور کچھ پیسے بھی کما لیے۔ اسی دوران میں اس کی ملاقات ایک اسکول میں پڑھانے والے استاد سے ہوئی۔ اب اس نے استاد بننے کا فیصلہ کیا اور دوسرے ہی دن سے کمائی چھوڑ کر پڑھائی میں لگ گیا۔ ابھی تھوڑا بہت ہی پڑھ پایا تھا کہ اس کی ملاقات ایک موسیقار سے ہوئی۔ اسے موسیقی میں کشش محسوس ہوئی۔ اسی دن سے وہ پڑھائی بند کر کے موسیقی سیکھنے لگا۔ کچھ دن بعد وہ موسیقی چھوڑ کر سیاست کرنے لگا۔ کافی دن گزر گئے، نہ وہ امیر بن سکا، نہ استاد، نہ موسیقار اور نہ سیاست داں۔ تب وہ بہت دکھی ہوا۔ ایک دن اس کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی۔ اس نے اپنے دکھ کی وجہ بزرگ کو بتائی۔ بزرگ مسکرائے اور بولے: "بیٹا! دنیا

بڑی پُرکشش ہے، جہاں جاؤ گے، کوئی نہ کوئی کشش ضرور دکھائی دے گی۔ ایک فیصلہ کرو اور ایک منزل چنو اور اسے پانے کی جستجو میں لگ جاؤ، تمھیں کام یابی ضرور ملے گی۔ بار بار فیصلہ بدلتے رہنے سے کوئی بھی کام یاب نہیں ہوسکتا۔''

وہ آدمی سمجھ گیا اور پھر ایک فیصلہ کر کے اسی کی جستجو میں لگ گیا۔

بھوت

بوھر کٹور، گھنہ

مجھے ایک رات ضروری کام سے نانی کے گھر جانا پڑا۔ میرا چچا زاد بھائی شریف بھی میرے ساتھ تھا۔ سردی کا موسم تھا، اس لیے ہم نے مختصر راستہ اختیار کیا، حال آنکہ بیچ میں قبرستان بھی پڑتا تھا۔ گھر سے کچھ دور آ کر ہم دونوں کو خوف سا محسوس ہوا۔ شریف نے مجھ سے کہا: ''تم آگے چلو، تمھارے پاس ٹارچ ہے۔''

میں نے شریف کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ''نہیں، ٹارچ تم لے لو۔ تم مجھ سے ایک سال بڑے ہو، تم آگے چلو۔'' یہ کہہ کر میں نے شریف کی طرف نظر اٹھائی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ خوف زدہ نظر آ رہا ہے۔ ڈر کی وجہ سے اس کی زبان بند ہوچکی تھی۔ میں نے کہا: ''ٹھیک ہے، میں آگے ہو جاتا ہوں۔'' اللہ کا نام لے کر میں آگے ہو گیا اور ہم دونوں نانی کے گھر کی طرف چلنے لگے۔ جب ہم قبرستان کے قریب پہنچے تو ایک آواز آئی: ''بیٹا!''

میں نے شریف کی طرف اور شریف نے میری طرف دیکھا۔ پھر ہم دونوں کے حلق سے زوردار چیخیں بلند ہوئیں: ''بچاؤ!......بھوت۔''

پھر وہی آواز آئی: ''بیٹا! ڈرو مت، میں بھوت نہیں ہوں۔''

آواز کچھ فاصلے سے آ رہی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے صحیح نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: ''پھر آپ کون ہیں؟''

آواز آئی: ''بھٹکا ہوا مسافر!'' ہم دونوں نے سکون کا سانس لیا۔ اس کی طرف بڑھے۔ قریب پہنچ کر میں نے ٹارچ کی روشنی اس سمت پھینکی تو سامنے ایک بوڑھا فقیر اپنے لاٹھی کے ساتھ بیٹھا نظر آیا۔ شریف نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے

ہوئے کہا: ''چلو بابا! میں آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا ہوں۔''

یہ سنتے ہی بوڑھا فقیر غصے سے بولا: ''میں خود اُٹھ جاؤں گا۔'' یہ سن کر میں ٹارچ لیے آگے بڑھا۔ شریف اور وہ بوڑھا میرے پیچھے چلنے لگے۔ چلتے چلتے فقیر نے ہم دونوں سے پوچھا: ''کیا تم لوگ بھوت پریت پر یقین رکھتے ہو؟''

میں نے کہا: ''جی بابا! بالکل۔''

اچانک پیچھے سے شریف کی دردناک آواز آئی: ''بچاؤ......!'' میں نے فوراً ٹارچ کا رخ شریف کی طرف کیا تو دیکھا کہ اس بوڑھے فقیر کی جگہ ایک دس فیٹ لمبے آدمی نے شریف کا گریبان پکڑا ہوا ہے۔ میں نے ٹارچ کی روشنی اس آدمی کے منھ پر ماری۔ اس نے شریف کو چھوڑ کر میری طرف ہاتھ بڑھایا۔ پھر ہم دونوں نے ''بھوت بھوت'' کہتے ہوئے دوڑ لگادی۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ شریف ٹھوکر کھا کر راستے میں کہیں گر پڑا تھا۔

گھر پہنچتے ہی میں نے ابا جان کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ فوراً اُٹھے اور محلے میں سے ایک آدمی کو لے کر شریف کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ شریف ایک جھاڑی میں اُلجھا ہوا بے ہوش پڑا تھا۔ ہم شریف کو اُٹھا کر گھر لے آئے۔ ڈاکٹر صاحب کو بلایا۔ ڈاکٹر صاحب نے شریف کو دیکھتے ہوئے کہا کہ اس کی یہ حالت ڈر کی وجہ سے ہوئی ہے۔

ابا جان نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے مجھے بُری طرح ڈانٹا اور کمرے سے نکال دیا۔ اس آدمی کا خوف ناک چہرہ اب تک میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ مجھے سب سے زیادہ خوف اس بات کا تھا کہ شریف اور میں ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں۔ مجھے پورا یقین تھا کہ وہ بھوت شریف کے جسم میں گھس چکا ہے۔ دوسرے دن میں اور شریف سونے کے لیے لیٹ گئے۔ رات کا ایک بجا تھا، لیکن پھر بھی مجھے نیند نہیں آرہی تھی اور پسینے سے میرا سارا بستر نم ہو چکا تھا۔ کچھ دیر بعد شریف اپنے بستر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا قد لمبا ہو چکا تھا، وہ بالکل ویسی ہی حرکتیں کرنے لگا جو قبرستان والا بھوت کر رہا تھا۔ میں نے ڈر کے مارے کمبل سختی سے لپیٹ لیا۔ کچھ دیر بعد شریف نے میرا کمبل کھینچا اور بھیانک آواز میں بولا: ''تم نے کیا سوچا تھا کہ تم بچ جاؤ گے؟'' یہ کہتے ہی اس

نے دونوں ہاتھوں سے میرا گلا دبا دیا۔

میں نے زور دار چیخ ماری: ''بچاؤ، بچاؤ، بھوت۔'' آنکھیں کھلیں تو سب گھر والے قریب کھڑے تھے۔

امی نے پوچھا: ''کیا ہوا بیٹا! کوئی بُرا خواب دیکھا ہے؟''

میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ خواب ہی ہے، اگر یہ حقیقت ہوتی تو کیا ہوتا؟

ذخیرہ اندوزی کی سزا

سمعیہ غفار، کراچی

شیخ امین کا شمار گاؤں کے چند جانے پہچانے اور دولت مند لوگوں میں ہوتا تھا۔ شیخ صاحب کے پاس پیسہ تو بہت تھا، لیکن ان کو گاؤں کے لوگوں کی فلاح و بہبود سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ میں نے پیسہ خود اپنی محنت سے کمایا ہے، میں اسے اور لوگوں پر کیوں لٹاؤں۔ شیخ صاحب کی ایک عادت بہت بری تھی کہ جب بھی ملک میں کسی چیز کی قلت پیدا ہوتی تو وہ اس چیز کو کثیر تعداد میں خرید کر ذخیرہ کر لیتے اور بعد میں اسے منہگے داموں فروخت کرتے۔ ان کی یہی ذخیرہ اندوزی کی عادت آخر انھیں لے ڈوبی۔ اس بار بھی انھوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ جب ملک میں کھانے پینے کی اشیا کا بحران پیدا ہوا تو شیخ صاحب نے اپنے سارے سرمائے سے اناج خرید کر ذخیرہ کر لیا۔ شیخ صاحب بہت خوش تھے کہ آج میں نے اپنا سارا پیسہ اناج خریدنے میں خرچ کیا ہے، کل مجھے میرا پیسہ دُگنا ہو کر ملے گا۔ شیخ صاحب نے اناج کو با حفاظت اپنی حویلی میں موجود تہ خانے میں رکھوا دیا اور تمام بوریوں کو اچھی طرح بند کرنے کی تاکید کی، تاکہ اناج کو کیڑا نہ لگ سکے اور تہ خانے کی حفاظت کے لیے محافظ مقرر کر دیے تاکہ تہ خانے میں کوئی ایسی چیز یا جانور نہ داخل ہو جائے، جو اناج کو نقصان پہنچائیں۔ چند روز میں اناج کی قلت شدت اختیار کر گئی، نوبت فاقوں تک آن پہنچی۔ فاقوں کی وجہ سے بہت سی ہلاکتیں ہوئیں۔ شیخ صاحب انتظار میں تھے کہ صورتِ حال اور بگڑے تو اپنے اناج کو منھ مانگے داموں فروخت کر کے خوب منافع کمائیں۔ شیخ صاحب کے ایک ملازم رحیم کے گھر میں بہت بری حالت تھی۔ چوں کہ وہ شیخ صاحب کا ملازم تھا، اس لیے اسے شیخ صاحب کی ذخیرہ اندوزی کا علم تھا اور اسے اس بات کا یقین

تھا کہ شیخ صاحب اسے کچھ اناج ضرور دے دیں گے۔ رحیم نے شیخ صاحب سے مدد کی درخواست کی تو شیخ صاحب نے اسے بہت بری طرح جھڑک دیا اور اسے خوب کھری کھری سنائی۔ رحیم بہت گڑگڑایا، لیکن شیخ صاحب نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے دھکے دے کر نکال دیا۔ پھر دو روز بعد اسے نوکری سے بھی فارغ کر دیا۔ رحیم کے منھ سے ایک جملہ نکلا کہ یہ سارا اناج آپ کو کبھی راس نہیں آئے گا۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

شیخ صاحب شہر کی بڑی مارکیٹ میں اپنا اناج فروخت کرنا چاہتے تھے، اسی سلسلے میں انھیں دو روز کے لیے شہر جانا تھا۔ جانے سے پہلے وہ اناج کو ایک نظر دیکھنا چاہتے تھے۔ جب تہ خانے کا دروازہ کھولا گیا تو ایک چوہا اندر داخل ہو گیا اور کسی پتا نہ چلا۔ شیخ صاحب اناج کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنے پہرے داروں سے کہا کہ دو دن بعد اناج فروخت ہو جائے گا، لہٰذا اس کا بہت خیال رکھنا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ اِدھر اس چوہے نے اپنا کام دکھایا اور بوریاں کترنا شروع کر دیں۔ تمام اناج بوریوں سے نکل نکل کر گرنے لگا اور اس میں کیڑا لگ گیا اور کسی کو پتا بھی نہ چلا۔ دو دن بعد شیخ صاحب لوٹے تو سیدھے تہ خانے کا رخ کیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بہت ہی عجیب و غریب اور خوف ناک قسم کے کیڑے اناج کھانے میں مصروف ہیں۔ آدھا اناج تو وہ ختم کر چکے تھے، اب باقی کو کھانے میں مصروف تھے۔ شیخ صاحب نے گھبرا کر اپنے ملازمین سے کہا کہ اناج کو صاف کریں۔ ملازمین ان خطرناک کیڑوں کو دیکھ کر ڈر گئے اور اپنی جان بچانے کی غرض سے حویلی چھوڑ کر چلے گئے اور شیخ صاحب کی مدد کے لیے کوئی نہ آیا۔ شیخ صاحب کا سارا سرمایہ ڈوب گیا۔ وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے اور اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے اور میرا پیسہ، میرا پیسہ، چلاتے ہوئے سڑکوں پر دیوانہ وار نکل آئے۔ گاؤں کے شریر لڑکوں نے انھیں پتھر مارنے شروع کر دیے۔ ذخیرہ اندوزی کے نتیجے میں شیخ صاحب نفع تو نہیں کما پائے، لیکن اپنے ہوش گنوانے کی وجہ سے لوگوں کو عبرت کا سبق ضرور دے گئے۔ انھیں دیکھ کر لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ بے چارے کی کیا حالت ہوگئی۔ شیخ صاحب کو ذخیرہ اندوزی کی کتنی بڑی سزا ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

آج کا شیخ چلی

محمد معظم شفیق، کہروڑپکا

امتحان شروع ہوئے تو ہمارے دل میں خیال آیا کہ یہ بھی کیا امتحان ہیں۔ بس پرچے دیے پاس ہوئے اور پچھلی جماعت کو خدا حافظ کہہ کر اگلی جماعت میں چل دیے۔

اس بار کچھ انوکھا کرنا چاہیے، یعنی ٹاپ کرنا چاہیے۔ واہ واہ ہو جائے گی اور ویسے بھی اس بار تو میٹرک کا امتحان ہے۔ اخبار میں نام چھپے گا اور مبارک باد دینے والوں کی قطاریں لگ جائیں گی۔ خیر، ارادہ کرنے کے بعد ہم نمبروں کا حساب لگانے لگے۔ ہر مضمون میں سو میں سے کم از کم ننانوے نمبر ٹھیک رہیں گے۔ آرام سے پوزیشن بن جائے گی۔ ۸۰۰ میں ۷۹۰ نمبر بہتر ہوں گے۔ رکارڈ بھی بن جائے گا۔ خیر، یہ مرحلہ بھی طے پایا گیا۔ پھر جب مبارک باد دینے لوگ آئیں گے تو ان کو مٹھائی پر ٹرخا دیں گے، لیکن ایک بڑی دعوت بھی ہونی چاہیے، جس میں سب ٹیچرز کو بلایا جائے گا اور مزے مزے کی چیزیں بنیں گی۔ مزے مزے کی چیزیں تو امی اور آپا بنا دیں گی اور کچھ بازار سے منگوالیں گے۔

اب رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ صبح ہمارا انگلش کا پیپر تھا۔ ابھی کتاب کھولی ہی تھی کہ یاد آیا کہ کپڑوں کا انتخاب تو کیا ہی نہیں۔ سب سے پہلی دعوت پر کون کون سے کپڑے پہنے جائیں۔ شیروانی یا پاجامے کا خیال ہمارے ذہن میں آیا، لیکن بھئی، یہ کچھ اچھا نہیں لگے گا۔ خیر، کُرتے شلوار کے حق میں ہمارے دل نے ووٹ دیا۔ کُرتا شلوار کس رنگ کو ہو، اب یہ مرحلہ باقی تھا۔ شوخ رنگ کا چمک دار کُرتا شلوار منتخب ہوا۔ اوہو! ابھی یہ تو فیصلہ کیا ہی نہیں کہ دعوت میں کن کن مہمانوں کو بلانا ہے؟ ہم نے انگلش کی کتاب رکھی۔ کاپی پنسل اُٹھائی اور نام یاد کر کے لکھنے لگے۔ ابھی پچاس ساٹھ نام لکھے ہوں گے کہ نیند سے آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ہم نے گھڑی دیکھی، سوا بارہ بج رہے تھے۔ ہم سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لیٹ گئے۔

صبح ہر کوئی ہم سے پوچھ رہا تھا: ''مون بھائی! رات کو تو تم دیر تک پڑھتے رہے۔ آج تو بہت خوب تیاری ہوگی۔'' ہم دل میں ہنستے رہے اور سوچتے رہے کہ ہماری کتنی تیاری ہے، یہ تو آپ کو اس وقت پتا چلے گا، جب ہماری تصویر

اخبار میں چھپے گی۔ انگلش کا پیپر سامنے آیا تو ہمارے ہوش اُڑ گئے۔ اگر سبق رات کو ایک دفعہ دہرایا ہوتا تو یہ امتحان یقیناً آسان ہوتا۔ سارے جوابات آتے تھے، مگر نہ دہرانے کی وجہ سے سب ہی بھول گئے تھے۔ اچانک یاد آیا کہ ہمیں تو ٹاپ کرنا ہے۔ سو اسی خوشی میں ہم نے سارا پیپر پلاننگ کرتے ہوئے حل کیا۔ اگلی رات بھی منصوبہ بندی میں گزری کہ مہمانوں کو بٹھائیں گے کہاں؟ اس طرح سارے پرچے گزر گئے۔ ہمارے ذہن پر یہ بھوت سوار تھا کہ ہمیں ٹاپ کرنا ہے۔

چھٹیوں کے دوران ہم نے کارڈ چھپوانے اور کھانے کے لیے، جو دکانیں منتخب کی تھیں، وہ شہر کی منہگی ترین دکانیں تھیں۔

اللہ اللہ کر کے رزلٹ کا دن آ پہنچا۔ ہم خوشی سے نہال ہوئے جا رہے تھے۔ ہم نے اخبار والے سے تمام مشہور اخبار خرید لیے تھے، مگر یہ کیا؟ کسی اخبار میں تو کچھ نہیں تھا۔ پھر یاد آیا کہ رزلٹ تو آج آؤٹ ہونا تھا، اس لیے اخبار میں خبر دیر سے آئے گی۔ خیر بارہ بجے ہم رزلٹ پتا کرنے لگے، جو آ چکا تھا۔ ہم نے سوچا کہ ہمیں تو رزلٹ تلاش کرنے کے لیے زیادہ محنت بھی نہیں کرنا پڑے گی، کیوں کہ پہلے صفحے پر سب سے اوپر ہمارا نام ہوگا، مگر یہ کیا ۸۰۰ میں سے ۲۶۰ نمبر مشکل سے ای گریڈ اور ۳۳ فی صد نمبر۔ ہم نے چکراتے ہوئے سر کو تھاما۔ رات بارہ بجے تک خیالی پلاؤ پکائے تھے۔ اگر پڑھا ہوتا تو یقیناً اچھے نمبر آ جاتے اور ابھی تو گھر بھی جانا ہے۔ اگلے چند گھنٹوں میں میرا کیا حال ہونے والا ہے۔ اس سے آپ تھوڑا بہت تو واقف ہوں گے۔

والدین کی عظمت

سدرہ اشرف، کراچی

والدین بہت عظیم ہوتے ہیں۔ میں اپنے والدین سے بہت پیار کرتی ہوں۔ اتنا کہ دنیا میں جتنے سمندر ہیں۔ سمندر میں جتنا پانی ہے۔ پانی میں جتنا جھاگ ہے، اس سے کئی گنا زیادہ میں اپنے والدین سے پیار کرتی ہوں۔ دنیا میں جتنے درخت ہیں، درخت پر جتنے پھل ہیں، اس سے کئی گنا زیادہ میں اپنے والدین سے پیار کرتی ہوں۔

لیکن آج کل کے بچے اپنے ماں باپ کی عزت کرنا بھول گئے ہیں۔ ان کی نافرمانی کرتے ہیں۔ جن کی ماں نہیں ان سے پوچھو۔ ماں خود دھوپ میں رہ کر بچوں کو سایہ فراہم کرتی ہیں۔ ماں نے نیند اپنی بھلا کر سلایا، ہم کو اپنی بھوک مٹا کر کھلایا۔ میں اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرتی ہوں کہ اللہ نے مجھے ایسے والدین سے نوازا ہے۔

ہمیں اپنے والدین کی عزت کرنی چاہیے اور ان کا کہنا ماننا چاہیے۔ ماں باپ کی عزت کرنے سے اللہ تعالیٰ اور رسولؐ بھی خوش ہوتے ہیں تو دوستو! آج سب مل کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اس بات پر عمل کریں گے اور اپنے ماں باپ کو کبھی ناراض نہیں کریں گے۔

انصاف کی لاج

زنیرہ سلیم، کراچی

نویں صدی ہجری میں احمد شاہ اول ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے۔ وہ ہندستان گجرات (کاٹھیاواڑ) کا حکمراں تھا اور بڑا انصاف پسند۔ انصاف کے معاملے میں وہ اپنے بیگانے، کسی کی رعایت نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے داماد نے اپنی جوانی اور بادشاہ سے رشتے داری کے غرور میں ایک بے قصور شخص کو قتل کر دیا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے داماد کو گرفتار کر کے قاضی کے پاس بھیج دیا۔ قاضی صاحب نے قتل ہونے والے آدمی کے وارثوں سے کہا کہ وہ جان کے بدلے جان چاہتے ہیں یا دو سو اونٹ لے کر قاتل کو معاف کر سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم دو سو اونٹ لینے پر راضی ہیں۔

قاضی نے انھیں بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے بادشاہ سے بھی یہی کہا کہ ہم اپنے آدمی کے خون کے بدلے میں دو سو اونٹ لیں گے۔ بادشاہ نے کہا: "تم تو راضی ہو، لیکن میں اس بات پر راضی نہیں ہوں، کیوں کہ اس طرح دولت مند اور اثر والے لوگ بے گناہوں کو قتل کرنے میں دلیر ہو جائیں گے۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ جان کے بدلے جان ہی لی جائے۔ اس فیصلے سے بادشاہ کی بیٹی بیوہ ہو جاتی اور اس کا گھر اُجڑ جاتا، لیکن بادشاہ نے اس کی بھی پروانہ کی۔

چناں چہ بادشاہ کے داماد کو قتل کر دیا گیا۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی لاش کو چوراہے پر لٹکا دیا جائے تا کہ آیندہ کوئی ظالم کسی بے گناہ پر ہاتھ اُٹھانے کی جرات نہ کرے۔ لاش ایک دن لٹکی رہی، اس کے بعد اسے دفن کر دیا گیا۔

جس کا کام اسی کو ساجھے

شہیر ثاقب، راولپنڈی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین دوست انکو، منکو اور پنکو نوکری کی تلاش میں شہر کو نکلے اور چلتے چلتے ایک ہوٹل میں جا پہنچے۔ ہوٹل کا مالک ان دنوں بہت پریشان تھا، کیوں کہ اس کے باورچی تنخواہ میں اضافے کا مطالبہ کر رہے تھے، لہٰذا جب اس نے تینوں دوستوں کو نوکری کی بات کرتے سنا، تو خوشی سے بولا: ''میں آپ لوگوں کو اپنے ہوٹل میں باورچی کی نوکری دے سکتا ہوں، مگر کیا اس کام میں آپ کو کوئی مہارت ہے؟''

پنکو بولا: ''میں کھیر بہت اچھی بنا تا ہوں، گاؤں میں لوگ میری بنائی ہوئی کھیر کی تعریف کرتے ہیں۔''

منکو کہنے لگا: ''میں سالن بہت عمدہ بناتا ہوں۔ اس کے علاوہ چاول بنالیتا ہوں۔''

''اور آپ کیا بنا سکتے ہیں؟'' مالک نے انکو سے پوچھا۔

''جناب! میں لذیذ سوپ بنا سکتا ہوں۔'' انکو نے جواب دیا۔

مالک بولا: ''بہت خوب، تو پھر چلیں، آج سے آپ لوگوں کی نوکری پکی۔''

چناں چہ تینوں دوست ہوٹل پر کام کرنے لگے۔ واقعی تینوں کو اپنے کام میں مہارت تھی۔ رفتہ رفتہ ہوٹل میں رش بڑھنے لگا اور اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ جب وہاں کے نواب نے ہوٹل کے لذیذ کھانوں کا چرچا سنا تو آزمانے کے لیے ہوٹل چلا آیا۔ ہوٹل کے مالک نے تینوں کو سمجھایا کہ نواب صاحب کے کھانے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہو، لہٰذا تینوں اپنے کام میں جٹ گئے۔ اچانک انکو نے کھیر چکھی اور بولا: ''پنکو! مجھے تمھاری کھیر میں میٹھا کم لگتا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے تین چمچے چینی کے ڈال دیے۔

پنکو بولا: ''تمھارے سوپ میں نمک کم لگتا ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے بھی تین چمچے نمک کے ملا دیے۔ اسی طرح سالن کے معاملے میں مرچیں زیادہ ہوگئیں۔ پھر جب نواب صاحب نے کھانے چکھے تو انھیں بہت غصہ آیا۔ انھوں نے ہوٹل کے مالک سے تینوں کی شکایت کی۔ ہوٹل کے مالک نے تینوں کو خوب برا بھلا کہا اور نوکری سے نکال دیا۔ اس سے تینوں کے پلے یہ بات پڑ گئی کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ ☆

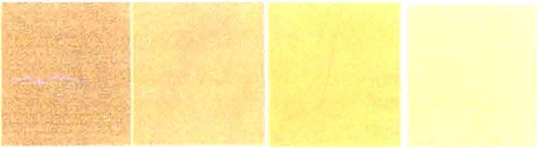

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

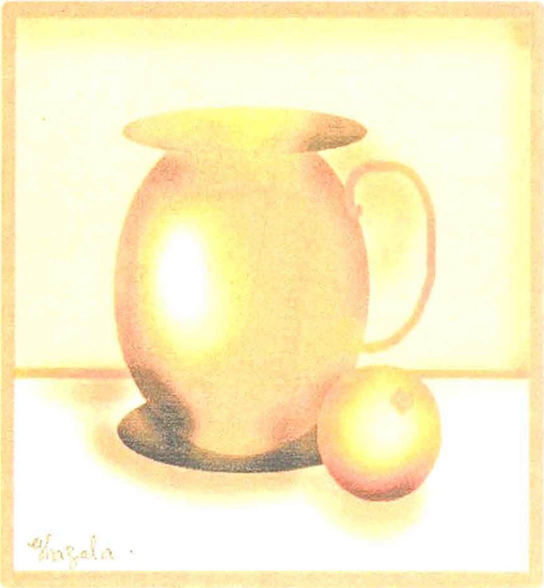

ایک ہی رنگ کے مختلف شیڈز بنا کر بھی تصویر بنائی جا سکتی ہے۔ اوپر ایک ہی رنگ کے مختلف شیڈز نظر آ رہے ہیں۔ ان ہی کی مدد سے نیچے ایک مکمل تصویر بنائی گئی ہے۔ آپ کسی بھی رنگ کو ہلکا اور گہرا کر کے خوش نما تصویر بنا سکتے ہیں۔ مشق کرتے رہنے سے آپ عمدہ تصاویر بنانا سیکھ لیں گے۔

☆☆☆

Kidz i Kidz
SMART LITTLE FASHION!
Summer
COLLECTION 2010
Complete Children Garment Range...
Girl
Our Franchise Stores :
Karachi:
Park Towers
Park Towers: Shop# 117, Levek 1, Karachi. Tel: 35872030
Saima Paari Mall (Hyderi)
Shop # G-9, G-10 Ground Floor, North Nazimabad, Karachi. Tel: 021-36724439
Clifton
Shop# 46, Mehran Hights Near Jaffarjee. Karachi. Tel: 35867510
Gul Plaza
Shop# 25, Gul Plaza Basement, M.A Jinnah Raod, Karachi. Tel: 32762277
Dolmen Mall
Shop # G99, Ground Floor, Tariq Road, Karachi. Tel: 34323167
Rahim Yar Khan
51, New Sadiq Bazar, Rahim Yar Khan. Tel: 068-5877789
Milennium Mega Mall
Shop# 260-262, Rashid Minhas Road, Karachi. Tel: 34838032
Lahore
@ Mummy & Me Shop# 75, The Mall, Tel: 042-36369684
Al-Madni Mall (Hyderi)
Shop # G-5, G-6 Al-Madni Shopping Mall Karachi. Tel: 36644747
Islamabad
Hamza @ F-10 Markaz Tel: 051-32299674

مسکراتی لکیریں

''جناب ! انعامی اسکیم میں آپ کا فریج ، ٹی وی ، واشنگ مشین نکلی ہے ۔''

''میاں ! بجلی ہوگی تو یہ چیزیں کام آئیں گی ۔ مجھے تو تم موم بتی کا پیکٹ ہی دے دو ۔''

تصویر خانہ

اقرا عظمت، کراچی

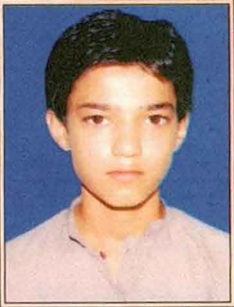

محمد معظم شفیق، کہروڑ پکا

راحمہ نعمان، راولپنڈی

عمادالله، راولپنڈی

فضل رضا اسلم، حیدر آباد

عبدالحلیم قریشی، سانگھڑ

حسان خالد، صدر کراچی

حسن اسلم، حیدر آباد

نونہالوں کے حقوق اور احساسِ محرومی - تدابیر اور تدراک

ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور .... رپورٹ: سید علی بخاری

اس بار ہمدرد نونہال اسمبلی کا موضوع تھا:

نونہالوں کے حقوق اور احساسِ محرومی - تدابیر اور تدارک

ہمدرد نونہال اسمبلی، لاہور میں محترمہ سعدیہ راشد، محترم ارشد محمود ملک اور اسپیکر اسمبلی مہک صابر

لاہور کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی محترم ارشد محمود ملک (ریجنل ڈائرکٹر وزارتِ انسانی حقوق، حکومتِ پاکستان) تھے۔ مہمان کی حیثیت سے مقبول شاعر، مصنف اور کمپیئر جناب وصی شاہ شریک ہوئے۔ اسپیکر کے فرائض مہک صابر نے نبھائے، جب کہ مقررین میں صبا مختار، طیب طارق، ایمان شاہد، محمد مصطفٰے، سیدہ آمنہ خرم اور عبدالصمد شامل تھے۔

اس موقع پر ہمدرد فاؤنڈیشن کی صدر محترمہ سعدیہ راشد نے فرمایا: ''یونیسف (UNICEF) نے ۱۹۸۹ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے ایک چارٹر منظور کروایا تھا، جس میں بڑی وضاحت سے نونہالوں کے اکتالیس حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ پوری دنیا کے ممالک ان حقوق کو مانتے تو ہیں، لیکن اس پر پوری طرح عمل درآمد صرف چند ممالک ہی میں ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے نونہالوں کے حقوق سے انحراف کی روش پاکستان میں بھی نظر آتی ہے۔ اس وجہ سے نونہالانِ وطن میں محرومی کا جو احساس پروان چڑھ رہا ہے، وہ وطنِ عزیز کے مستقبل کے لیے نقصانات کا سبب بن سکتا ہے۔ متوازن غذا، اچھی تعلیم، صحت مند ماحول اور مناسب رہایش وہ کم سے کم حقوق ہیں جو ملک بھر میں بسنے والے ہر نونہال کو ملنے چاہییں۔ مستقبل کو روشن کرنا ہے تو حال کے اندھیروں کو دور کرنا ہم سب کی عمومی اور با اختیار لوگوں کی خصوصی ذمے داری ہے۔ نونہالوں کا احساس محرومی ختم اور ان کی عزتِ نفس کو بچالیا جائے تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ وطنِ عزیز ایک تابناک مستقبل سے ہمکنار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دور بینی اور دور اندیشی کی توفیق عطا فرمائے۔''

ہمدرد نونہال اسمبلی، راولپنڈی .... رپورٹ: حیات بھٹی

ہمدرد نونہال اسمبلی، راولپنڈی کے اجلاس کی مہمانِ خصوصی محترمہ بیگم ثاقبہ رحیم الدین تھیں، جب کہ قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔ اجلاس کا آغاز نونہال محمد حسین نے تلاوت کلامِ پاک سے کیا۔ فائزہ بی بی نے حمدِ باری تعالیٰ اور نونہال محمد علی نے نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی۔ تقریر کرنے والے نونہالوں میں ربیعہ نواز، عائشہ ثاقب، فاطمتہ الزہرہ اور خنسہ شوکت شامل تھے۔ اس موقع پر نونہالوں نے ایک خوب صورت ملی نغمہ، ٹیبلو اور ایک نہایت پُر اثر خاکہ پیش کیا۔ اجلاس کی مہمانِ خصوصی محترمہ بیگم ثاقبہ رحیم الدین نے نونہالوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جہاں نونہالوں کے حقوق کی بات ہے، وہاں نونہالوں کی بھی سب سے اہم ذمے داری ہے کہ وہ اپنے والدین اور اساتذہ کا کہنا مانیں، اپنی

غلطیوں کو مانیں اور ایک دوسرے کو معاف کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر بھی سیکھیں۔ پڑھے لکھے بچے دوسرے بچوں کو پڑھائیں تاکہ وہ بھی معاشرے کا ایک اہم حصہ بن

ہمدرد نونہال اسمبلی، راولپنڈی میں محترمہ سعدیہ راشد اور محترمہ بیگم ثاقبہ رحیم الدین انعام یافتہ نونہالوں کے ساتھ

سکیں۔ آپس میں بچے تحائف کا تبادلہ ضرور کیا کریں، اس سے محبت بڑھتی ہے۔ آخر میں دعائے سعید کے بعد محترمہ ثاقبہ رحیم الدین اور محترمہ سعدیہ راشد نے نونہالوں میں انعامات تقسیم کیے۔

بغیر نقطے کی سیرتِ پاک

مولانا ولی رازی صاحب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک پر لکھی ہوئی کتاب کا نام ''ہادیِ عالم'' ہے، جو ۲۰۰ سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ پوری کتاب اردو کے بغیر نقطے والے حروف کی مدد سے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب پر مصنف کو انعام بھی دیا گیا تھا۔

مرسلہ: فاروق جدون، کراچی

صافی
خون صاف کرنے کی قدرتی دوا
پریکٹیکل کرکے دیکھو!
صافی کے قدرتی اجزاء خون میں شامل ہوکر کریں
کیل مہاسوں اور داغ دھبوں کا اندر سے خاتمہ
اور اس کے باقاعدہ استعمال سے آپ رہیں شاداب
کیونکہ ....یہی ہے نیچرل سلوشن!
THE BLOOD PURIFIER
SAFI®
ہمدرد

Blitz DDB

مزدوری کیا لوگے؟

اشرف نوشاہی

پہلے ٹکڑے کا خلاصہ

چار دوست شیدا، بھولا، دارا اور بنّے دولت، حکمت (دانائی)، ہنر اور تعلیم حاصل کرنے گاؤں سے شہر آتے ہیں۔ الگ الگ رہ کر اپنا اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔ شیدا دولت حاصل کر لیتا ہے۔ دارا کئی ہنر سیکھ لیتا ہے۔ بنّے بہت ساری کتابیں پڑھ لیتا ہے اور بھولا پہلے سے زیادہ منکسر المزاج اور سادہ ہو جاتا ہے۔ پھر بھولا گاؤں جانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ راستے میں اس کی ملاقات بنّے سے ہو جاتی ہے اور دونوں مل کر گاؤں روانہ ہو جاتے ہیں۔ (اب آگے پڑھیے)۔

اس کے بعد وہ وہاں سے گاؤں کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہ کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ راستے میں ایک موڑ پر انھیں ایک کارخانہ نظر آیا۔ بنّے نے بھولے سے کہا کہ چلو یہ کارخانہ بھی دیکھتے چلیں۔ جب دونوں قریب گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک طرف کوئلے کا ڈھیر پڑا ہے اور بہت سے کاریگر مختلف ہتھ گاڑیوں میں کوئلے کی انگیٹھیاں لا لا کر باہر رکھتے جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر انھیں معلوم ہو گیا کہ اس کارخانے میں کوئلے کی انگیٹھیاں بنتی ہیں۔

بنّے نے کہا: ''اگر ہم یہاں سے کچھ انگیٹھیاں خرید لیں تو گاؤں میں ان کی فروخت سے کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ ایک نفع بخش کاربار بن جائے گا۔''

یہ کہہ کر اس نے ایک کاریگر سے کوئلے کی انگیٹھیوں کے دام پوچھے۔

کاریگر نے کہا: ''اس کارخانے کے مالک سے بات کرو۔ وہ سامنے جو آدمی نظر آ رہا ہے، وہی اس کارخانے کا مالک ہے۔'' اُس نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا جو کچھ دور کھڑا تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد کھانستا تھا۔

بنّے اور بھولے نے قریب جا کر دیکھا کہ وہ آدمی جسے وہ دور سے پہچان نہ پائے تھے، دراصل وہ دارا تھا۔ دارا کافی بدل گیا تھا۔ جب وہ گاؤں میں تھا تو اس کی صحت بہت اچھی تھی،

لیکن اب وہ بار بار کھانس رہا تھا اور دُبلا ہو گیا تھا۔ دارا انھیں دیکھ کر حیران اور خوش ہوا۔ وہ انھیں کارخانے کے اندر لے گیا۔ ان کے لیے کھانا اور پھل وغیرہ منگوائے اور اس کے بعد جب وہ باتیں کرنے بیٹھے تو انھیں معلوم ہوا کہ اس شہر آنے کے بعد دارا نے بہت محنت کی، کئی ہنر سیکھے اور اپنی محنت کے ذریعے سے یہ کارخانہ بنالیا۔ یہاں پر کوئلے کی انگیٹھیاں بنتی تھیں، لیکن کوئلے کے دھوئیں کے اثرات اس کی صحت کو متاثر کر گئے اور وہ پھیپڑوں کی تکلیف میں مبتلا ہو گیا۔ علاج کرنے کے باوجود اس کی کھانسی رُکنے نہ پاتی تھی۔

دارا نے کہا: ''میں سوچ رہا تھا کہ اپنا یہ کارخانہ کچھ دنوں کے لیے کسی کاری گر کے سپرد کر کے گاؤں چلا جاؤں تا کہ میری صحت ٹھیک ہو جائے۔ اب تم دونوں گاؤں جا رہے ہو تو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔''

بھولے نے کہا: ''ہاں، تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ کچھ عرصہ گاؤں میں رہ کر صحت کو بہتر بناؤ، پھر چاہو تو آ کر کارخانہ چلاتے رہنا اور یہ بھی خیال کرو کہ کوئلے کے نقصان دہ اثرات تمھیں ہی نہیں، تمھارے کسی کاریگر کو بھی بیمار نہ کریں۔ یاد رکھو کہ ہنر کی خوبی سلیقہ شعاری میں ہے اور سلیقہ شعاری یہی ہے کہ نہ کسی سے تمھیں نقصان ہو اور نہ تم سے کسی کو نقصان پہنچے۔''

دارا نے کہا: ''بھولے نے تو بڑی عقل مندی کی بات کہی ہے۔ لگتا ہے اس نے حکمت سیکھ لی ہے۔''

بنّے نے کہا: ''بھولے کی بات صحیح ہے کہ علم کی خوبی عمل میں ہے اور ہنر کی خوبی سلیقہ شعاری میں ہے۔''

اس کے بعد وہ دیر تک باتیں کرتے سو گئے۔ اگلی صبح دارا نے اپنا کارخانہ کاریگر کے سپرد کیا اور دونوں دوستوں کے ساتھ گاؤں کی طرف چل پڑا۔

گاؤں کی طرف جانے والے راستے پر چند موڑ مڑنے کے بعد وہ ایک اور شہر میں جا پہنچے۔ اس شہر میں ہر طرف اُونچی اُونچی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ بہت سے لوگ قیمتی لباس پہنے اِدھر اُدھر جا رہے تھے۔ وہ اس قدر مصروف لگتے تھے کہ کسی کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے۔

راستوں کے دونوں طرف بے شمار دکانیں تھیں اور ہر دکان پر گاہکوں کا ہجوم تھا۔ اُن دکانوں کو دیکھ کر تینوں دوست ابھی حیران ہو ہی رہے تھے کہ بائیں طرف سے آنے والے ایک راستے سے ''ہٹو! بچو!'' کا شور سنائی دیا۔ ایک بگھی بڑی تیزی سے آرہی تھی۔ بگھی کو کھینچنے والے گھوڑوں کی سانسیں پھول رہی تھیں۔ چابکوں اور ایڑیوں کے شور سے بازار گونج رہا تھا اور لوگ اِدھر اُدھر بھاگ کر تیز رفتار گھوڑا گاڑی کی زد میں آنے سے جان بچا رہے تھے۔

بنّے کو نہ جانے کیا خیال آیا کہ وہ تیزی سے گھوڑا گاڑی کی طرف دوڑا اور لپک کر ایک گھوڑے کی لگام پکڑ کر کھینچنے لگا۔ تھوڑی دور تک وہ گاڑی کے ساتھ ساتھ بھاگتا رہا، مگر لگام ہاتھ سے نہ چھوڑی۔ کچھ ہی دیر میں گھوڑے ہنہنا کر اُچھلے اور گاڑی رک گئی۔

گھوڑا گاڑی رُکتے ہی بگھی میں سے دو آدمی کود کر باہر نکلے۔ ان میں ایک نے چابک پکڑ رکھا تھا۔ لگتا تھا کہ وہ اس گھوڑا گاڑی کا کوچوان ہے۔ دوسرا آدمی قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا اور گھوڑا گاڑی کا مالک لگتا تھا۔

''ہماری گاڑی کس نے روکی ہے؟'' اس آدمی نے گرج کر کہا، جو گاڑی کا مالک لگ رہا تھا۔

بنّے نے جواب دینے کے بجائے کہا: ''بازار میں ہجوم ہے، اس کے باوجود تم لوگ اندھا دھند گھوڑا گاڑی دوڑا رہے ہو۔ اس طرح تو لوگ کچل کر مر سکتے ہیں۔''

گاڑی کے مالک نے غصے سے کہا: ''تم کون ہوتے ہو اس طرح ہم سے بات کرنے والے؟ لوگ بھی تو دیکھ رہے ہیں کہ ہماری گاڑی آرہی ہے، لہٰذا انھیں راستے سے ہٹ جانا چاہیے۔''

بنّے نے نرم لہجے میں کہا: ''یہ راستہ صرف تم جیسے گاڑی والوں کے لیے ہی نہیں ہے، اس پر عام لوگ بھی چل پھر سکتے ہیں، اس لیے تم لوگوں کو اندھا دھند گاڑی نہیں بھگانی چاہیے۔''

گھوڑا گاڑی کے مالک اور بنّے میں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ دارا اور بھولے نے بھی یہ دیکھ کر کہ گھوڑا گاڑی کا مالک بنّے پر غصے ہو رہا ہے، وہ دوڑ کر اس کے قریب گئے۔ انھوں نے کچھ کہا نہیں، لیکن خاموش کھڑے ہو گئے اور ان کی گفتگو سننے لگے۔ اتنے میں ایک اور گھوڑا گاڑی دوسری طرف سے آئی۔ اس میں سے تین ہٹے کٹے آدمی کود کو باہر نکلے اور بھولے، دارا اور بنّے پر

جھپٹ پڑے۔ انھوں نے ان تینوں کو پکڑ کر اپنی گھوڑا گاڑی میں دھکیلا اور گھوڑا گاڑی سرپٹ دوڑ پڑی۔

گھوڑا گاڑی سرپٹ دوڑتی ہوئی کچھ ہی دیر میں ایک بڑے سے احاطے میں جا کر رک گئی۔ اس دوران بھولے، بنّے اور دارا نے بہت کوشش کی کہ کس طرح ان آدمیوں کے ہاتھوں سے چھوٹ جائیں، لیکن وہ اپنے آپ کو ان سے نہ چھڑا سکے۔

گھوڑا گاڑی رُکتے ہی ان آدمیوں نے بھولے، بنّے اور دارا کو زور سے دھکا دیا اور وہ گاڑی کے پائیدان سے لڑھکتے ہوئے زمین پر جا گرے۔ وہ تیزی سے اٹھے تو انھوں نے گھوڑا گاڑی کے مالک کو سامنے کھڑا پایا، جو دوسری گھوڑا گاڑی کے پاس کھڑا انھیں گھور رہا تھا۔

''اب بتاؤ، گاڑی کیسے چلانی چاہیے اور کیسے نہیں؟'' اس نے غصے سے بنّے کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''بتاتے ہیں، مگر پہلے تم اپنا یہ ہاتھ پرے کرو۔'' بھولے نے پہلی بات اسے مخاطب کیا اور اس کے ہاتھ کو جھٹک کر بنّے کی طرف بڑھنے سے روک دیا۔

''بنّے! لگتا ہے، اسے کسی بات کی تمیز نہیں ہے۔'' بھولے نے بنّے سے کہا۔

ان تینوں آدمیوں میں سے ایک تیزی سے ان کی طرف بڑھا اور لگتا تھا کہ ان پر جھپٹ پڑے گا، لیکن گھوڑا گاڑی کے مالک نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدل چکے تھے۔ اب وہ غصے کے بجائے حیرانی سے ان تینوں کو گھور رہا تھا۔

اس نے بنّے سے کہا: ''معاف کرنا، میں نے تمھیں پہچانا نہیں تھا اور تمھارے ساتھ یہ دونوں کون ہیں؟''

دارا بولا: ''جب کسی کو دولت مل جاتی ہے تو وہ پرانے دوستوں کو پہچان بھی نہیں سکتا۔ میں دارا ہوں۔ کبھی تم میرے دوست ہوا کرتے تھے اور میرے ساتھ بنّے اور بھولا ہیں۔ تم ہم تینوں میں کسی کو بھی نہیں پہچانتے ہو؟''

گھوڑا گاڑی کے مالک نے کہا: ''معاف کرنا، مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ میں شیدا ہوں،

تمھارا دوست۔ لاؤ بھئی! ان کے لیے کرسیاں لاؤ اور کچھ کھانے کو بھی۔'' اس نے پاس کھڑے آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

دارا بولا: ''نہیں، ہم چلتے ہیں۔ ہمیں گاؤں جانا ہے، اس لیے ہم یہاں بیٹھ نہیں سکتے۔''

یہ کہہ کر اس نے بنے اور بھولے کو چلنے کو کہا اور تینوں اس احاطے کے دروازے کی طرف چل پڑے۔ شیدا انھیں روک نہ سکا۔ کچھ ہی دیر میں وہ دروازے سے باہر آ چکے تھے۔ اتنے میں انھوں نے پیچھے سے شور کی آواز سنی، جو رفتہ رفتہ بلند ہوتی گئی۔ اس ساتھ کئی لوگ چیخ رہے تھے: ''بچاؤ، بچاؤ، آگ، آگ!'' اور یہ آوازیں اسی احاطے سے آ رہی تھیں، جہاں سے وہ ابھی ابھی باہر آئے تھے۔ اس احاطے میں کئی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ لگتا تھا، ان میں کسی عمارت میں آگ لگ گئی تھی۔

بنے نے کہا: ''لگتا ہے، کہیں آگ لگ گئی ہے۔ آؤ، بجھانے کی کوشش کریں۔''

دارا نے غصے سے کہا: ''آگ لگتی ہے تو لگنے دو۔ تم نے دیکھا نہیں کہ شیدے نے ہم سے کیسا سلوک کیا اور پھر ہمیں کہتا ہے کہ ہمارا دوست ہے۔ اسے کیا معلوم، دوست کیا ہوتا ہے۔''

بھولے نے کہا: ''غصہ نہ کرو۔ اس نے ہم سے برا سلوک کیا تو ہم بھی اس کی طرح برائی کیوں کریں۔ آؤ دیکھیں، آگ کہاں لگی ہے اور ہم اسے بجھانے کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔''

دارا کچھ سمجھا، کچھ نہ سمجھا، لیکن جب وہ دوڑ کر احاطے میں پہنچے تو دارا بھی ان کے ساتھ تھا۔ احاطے میں ہر طرف چیخ و پکار مچی ہوئی تھی۔ ایک عمارت میں آگ لگی ہوئی تھی اور بڑھتی جا رہی تھی۔ وہی آدمی جو بھولے، دارا اور بنے کو پکڑ کر لائے تھے، اب آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ بھولے، بنے اور دارا نے بھی آگ بجھانے کی کوشش شروع کر دی اور کچھ دیر میں آگ بجھ گئی۔ عمارت نصف سے زیادہ جل گئی تھی۔ زخمیوں کو باہر لایا گیا۔ اُن کو زیادہ تپش تو نہیں پہنچی تھی، مگر کچھ زخمی تھے۔ کسی کے کپڑے جل گئے تھے تو کسی پر کوئی چیز گر پڑی تھی۔ ان میں شیدا بھی شامل تھا، جسے معمولی خراشیں آئی تھیں، لیکن وہ یوں واویلا کر رہا تھا، جیسے سب سے زیادہ تکلیف اسے ہی پہنچی ہے۔

وہ کراہ رہا تھا: ''اوہ، اب میں کیا کروں۔ میری ساری دولت ضائع ہوگئی۔ اس آگ میں سب کچھ جل گیا، برباد ہوگیا۔ اُف کیا کروں۔''

طبیب کو بلایا گیا۔ اس نے کہا کہ سونے کے سو سکے ملیں تو وہ کچھ علاج کرے۔

شیدے نے کراہ کر کہا: ''اب تمھارے لیے سونے کے سکے کہاں سے لاؤں؟ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس آگ میں سب کچھ برباد ہوگیا ہے اور میں کتنی تکلیف میں ہوں۔''

طبیب نے جواب دیا: ''تو میں کیا کروں۔ تم بھی تو کسی کا خیال نہیں کرتے تھے۔ کوئی بھی کام ہو، تم سونے کے سکے ہی مانگتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ اناج سستے داموں خرید کر جمع کرتے تھے اور قیمت بڑھا کر بیچتے تھے اور اب مجھ سے کہتے ہو کہ تمھارے لیے سونے کے سو سکے کہاں سے لاؤں۔ سونے کے سکے لاؤ تو میں تمھیں دوا دوں گا۔''

شیدا بولا: ''بس کرو۔ تم میری مصیبت سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔''

طبیب قہقہہ لگا کر بولا: ''دولت دوسروں کی مصیبت اور تکلیف سے فائدہ اٹھا کر ہی جمع کی جاتی ہے۔''

دارا نے سونے کے سکوں سے بھری ایک تھیلی طبیب کی طرف بڑھائی: ''یہ لو سونے کے سکے اور اسے کوئی دوا دو۔''

''تم یہ سکے اپنے پاس ہی رکھو۔ مجھے صرف چار سکے دے دو، جو دوا کی قیمت ہے۔'' طبیب نے دارا سے تھیلی نہیں لی۔

طبیب نے انھیں بتایا: ''ایک بار میں اس سے اناج خریدنے آیا تھا، لیکن اس نے مجھے بہت بڑھا چڑھا کر قیمت بتائی اور جب میں نہ دے سکا تو اس نے مجھے اناج نہیں دیا۔''

بنے نے کہا: ''ان باتوں کو نہ دہراؤ، اس کا علاج کر دو۔ دوا کی قیمت تمھیں مل جائے گی۔''

طبیب نے دیکھا کہ شیدے کو معمولی سی خراشیں آئی ہیں، اس نے ایک مرہم لگا کر پٹی باندھ دی اور کچھ کھانے کی دوائیں دے دیں۔ مرہم لگاتے ہی شیدے کو آرام آ گیا۔ اس کے بعد طبیب وہاں سے چلا گیا۔ دارا نے اسے مرہم اور دواؤں کی قیمت کے ساتھ کچھ اور سونے کے

سکے بھی دیے تھے۔

شیدا کہنے لگا: ''میں سمجھتا تھا کہ اس دنیا میں رپے پیسے اور مال و دولت سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے، لیکن آج معلوم ہوا کہ رپے پیسے اور مال و دولت تو ایک پل میں ضائع بھی ہو سکتے ہیں۔ میں تو اپنے دوستوں کو بھی بھول گیا تھا اور آج وہی میرے کام آئے۔ یہ دولت میرے کام نہ آئی۔ دوستو! مجھے بھی گاؤں لے چلو۔''

بھولے نے کہا: ''دولت بھی کام آ سکتی ہے، لیکن بلا وجہ دولت جمع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ دولت کی خوبی اسے دوسروں پر خرچ کرنے میں ہے۔''

شیدے نے کہا: ''مجھے یہ بات معلوم ہوتی تو میں بھی بلا وجہ دولت جمع نہ کرتا جو آج میرے کسی کام نہ آئی۔''

بھولے نے مزید کہا: ''دوسروں کو تکلیف دے کر دولت جمع کرنا، دوسروں کی مصیبت اور تکلیف سے خوش ہونا، کسی لحاظ سے بھی کسی کے فائدے میں نہیں۔''

بنے نے کہا: ''بھولے کی باتیں ہمارے لیے بڑے فائدے کی ہیں۔ اس نے مجھے بتایا کہ علم کی خوبی عمل میں ہے۔ میں نے غور کیا تو بہت سا علم حاصل کر کے بھی میرا عمل اس کے مطابق کچھ بھی نہ تھا۔ اس کی بات سن کر میں ان باتوں پر عمل کرنے لگا، جن کا میں نے علم حاصل کیا تھا، اس لیے میں نے بازار میں دوڑ کر شیدے کی گھوڑا گاڑی روکی تھی کہ جب کوئی غلط کام کرے تو اسے روکو۔ جب آگ لگی تو دارا کے منع کرنے کے باوجود میں نے کہا کہ آگ بجھانے کی کوشش کرنی چاہیے، یوں صرف اپنے آپ کو ہی نہیں دوسروں کو بھی نقصان سے بچانا چاہیے۔''

بھولے نے کہا: ''اور اسی کو حکمت کہتے ہیں۔''

دارا نے کہا: ''مجھے بھی بھولے نے بتایا کہ ہنر کی خوبی سلیقہ شعاری میں ہے۔ اب میں اپنا کام کچھ دن کے لیے ایک کاریگر کے سپرد کر کے گاؤں جا رہا ہوں تا کہ صحت کو بہتر بنا سکوں۔''

شیدے نے کہا: ''میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا، میں بھی اپنا کام کسی دوسرے کے سپرد کر کے گاؤں چلتا ہوں۔ کچھ دن رہ کر آ جاؤں گا اور پھر اسے سنبھال لوں گا۔''

دارا نے کہا: ''تم چاہو تو ہمارے ساتھ چلو، لیکن کچھ دن بعد جب تم آؤ گے تو اس طرح سے دولت جمع نہ کرنا جیسے اب تک تم نے کی۔ دولت جمع کرنے کی دُھن میں دوسرے انسانوں کی تکلیف کا خیال نہ کرنا۔ یہ ایک طرح سے دولت کو بھی ضائع کرنا ہے، کیوں کہ دولت کی خوبی تو اسے دوسروں پر خرچ کرنے میں ہے۔''

بنے نے کہا: ''بالکل، انسان کو دولت مند کے ساتھ غنی بھی ہونا چاہیے۔''

شیدے نے ایک آدمی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ عمارت کی مرمت کرائے، تب تک وہ گاؤں جا رہا ہے اور کچھ دن کے بعد آجائے گا۔ اس نے اسے یہ بھی ہدایت دی کہ کوئی بھی آدمی کسی کام سے آئے تو اسے کوئی بلا وجہ تکلیف نہ دی جائے، نہ زیادہ قیمت لی جائے۔ شیدے کی بات سن کر وہ آدمی کچھ حیران اور کچھ خوش ہوا۔ اس نے شیدے سے کہا کہ وہ عمارت کی مرمت کرا لے گا اور شیدا جب گاؤں سے آئے گا تو عمارت پہلے کی طرح ہو چکی ہوگی۔ باقی باتوں میں بھی وہ خیال رکھے گا کہ سب کچھ شیدے کے کہنے کے مطابق ہی ہو۔ شیدا مطمئن ہو گیا کہ وہ آدمی ان سب باتوں کا خیال رکھے گا تو اس نے گاؤں جانے کے لیے کچھ چیزیں ساتھ لیں اور ان تینوں کے ساتھ گاؤں کے لیے روانہ ہو گیا۔

شہر سے گاؤں جانے والے راستے پر چلتے ہوئے ان کی گفتگو کا موضوع یہی تھا کہ حکمت کی یہ باتیں درست ہیں:

''حکمت کی خوبی انکساری میں ہے۔''

''علم کی خوبی عمل میں ہے۔''

''ہنر کی خوبی سلیقہ شعاری میں ہے۔''

''اور دولت کی خوبی اسے دوسروں پر خرچ کرنے میں ہے۔''

شیدا کبھی یہ بھی کہنے لگتا تھا کہ گاؤں سے شہر آتے ہوئے کنویں کی منڈیر پر بیٹھے شخص سے چار سکوں کے بجائے چار باتیں سیکھ لیتا تو آج بھولے کی طرح سب سے بڑھ کر خوش ہوتا۔

☆☆☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال، شمارہ مئی ۲۰۱۰ء کے بارے میں ہیں

✽ ہم سب بہن بھائی ہمدرد نونہال بہت شوق سے پڑھتے ہیں اور اس سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔ معلومات افزا کے سوال بہت مشکل ہوتے ہیں، مگر ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ **فاطمہ فارینہ جمیل صدیقی، حیدرآباد۔**

✽ مئی کا شمارہ خاص نہیں بہت خاص تھا۔ **محمد عدنان اسلم، محمد رحمان اسلم، گوجرہ۔**

✽ مئی کے مہینے میں یومِ مئی کے حوالے سے تحریر کی کمی محسوس ہوئی۔ مزاحیہ تحریروں کی تعداد بڑھا دیں۔ **ثناء فاطمہ راجپوت، نواب شاہ۔**

✽ میں قریب دو سال سے خط بھیج رہا ہوں، لیکن آج تک میری کوئی تحریر نونہال کی زینت نہیں بنی، لیکن مجھے کوئی شکایت نہیں۔ میں جانتا ہوں اس میں میری ہی کوئی غلطی ہے۔ غم تو اس بات کا ہے کہ مجھے پتا نہیں چل رہا کہ میری غلطی کیا ہے۔ **سہیل نصیر احمد، مکران۔**

لیجیے، اب تو آپ کا خط شائع ہو گیا۔ آپ اپنی املا درست کریں۔

✽ مئی کے شمارے میں مولوی محمد عبداللہ خان کی تحریر "اوسان" بہت پسند آئی۔ بیت بازی میں اشعار بہت زبردست تھے۔ کہانیوں میں "ایک اور احسان" اچھی لگی۔ **کنول عبدالستار تالپر، ٹنڈو جان محمد۔**

✽ ماہ مئی کا رسالہ ہمدرد نونہال ملا دل خوشی سے شاد ہو گیا۔ ہر کہانی ہر لطیفہ سب نظمیں روشن خیال، علم دریچے، چاندی کی آواز (ابرار محسن) بہت پسند آئیں۔ حکیم محمد سعید انکل کے جاگو جگاؤ میں جو محنت کا سبق دیا گیا، وہ درست ہے۔ یقیناً ہر شخص کو اپنی محنت سے ہی کام یاب ہوتا ہے۔
دہاج شریف، قدسیہ شریف، کراچی۔

✽ ہمارے گھر میں ہمدرد نونہال بہت شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ میرے بھائی بھی بچپن سے ہمدرد نونہال پڑھتے آرہے ہیں۔ **عمر، رابعہ، عظمیٰ، کراچی۔**

✽ مئی کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں بہت بہترین تھیں، مگر کالا گورا اور گوما اور گورا بہت اچھی اور سبق آموز کہانیاں تھیں۔ **رابعہ خان، راولپنڈی۔**

✽ ہمدرد نونہال ہمارا چہیتا رسالہ ہے۔ **علی حیدر شاہ، کراچی۔**

✽ مئی کا شمارہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ چاندی کی آواز اور بلاعنوان کہانی بہت اچھی تھیں۔ **اسماء سلیم، بہاول نگر۔**

✽ مئی کے شمارے میں کہانیاں ٹاٹ کی چادر (محمد ظریف خان)، گوما اور گورا (مناظر صدیقی)، پریوں کے بال (مولوی عبدالحق) اور چاندی کی آواز (ابرار محسن) بہترین تھیں۔ باقی کہانیاں بھی بہتر تھیں۔ ہنسی گھر ہنسانے میں ناکام رہا۔ بیت بازی، علم دریچے اور نونہال ادیب بھی پسند آئے۔ **جویریہ آصف، نئی کراچی۔**

✽ مئی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ کہانیوں میں چاندی کی آواز، ایک اور احسان اور گوما اور گورا بہت زبردست تھیں اور اس مہینے کا خیال تو بہت ہی اچھا تھا۔ **اُمامہ آصف، نئی کراچی۔**

✽ گوما اور گورا بہترین کہانی تھی۔ اس کے علاوہ بلاعنوان بھی اچھی لگی۔ **زبیر احمد حنفی، سکندر آباد۔**

✽ تمام کہانیاں زبردست تھیں، خاص طور پر پریوں کے بال (مولوی عبدالحق)، ٹاٹ کی چادر (پروفیسر محمد ظریف خان)، ایک اور احسان (حسن ذکی کاظمی) اور نظموں میں فقیر کی صدا (شریف احمد) نمبر لے گئیں۔ **احمد سلمان ملک، گوجرانوالہ۔**

✽ ہمدرد نونہال کو اللہ تعالیٰ دن دونی رات چوگنی ترقی دے، (آمین) **طوبیٰ جاوید اقبال، کراچی۔**

✽ مئی کے شمارے میں چاندی کی آواز، کالا گورا اور روشن راستہ اچھی کہانیاں تھیں۔ معلومات پاکستان اور میں تمھارا دانت ہوں سے ہمیں مفید معلومات ملیں۔ **محمد عمران، اٹک۔**

✽ سب سے اچھی کہانی "کالا گورا" تھی۔ واقعی انسانوں میں کوئی فرق نہیں۔ کوئی اونچا اور کوئی پست نہیں۔ انکل! ہم لوگ بڑی کہانیوں میں کیسے حصہ لے سکتے ہیں؟ یا یہ کہانیاں صرف بڑے ادیب ہی لکھ سکتے ہیں؟ **کومل زینب، ملتان۔**

ابھی آپ صرف کہانیاں پڑھیے۔ آپ کی ایک کہانی نونہال ادیب کے لیے رکھ لی ہے۔

✽ مئی ۲۰۱۰ء کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ **عبدالرزاق سموں، مٹیاری۔**

✽ ہمدرد نونہال ایک بہت اچھا رسالہ ہے۔ **سہیل بھٹی، کراچی۔**

✽ مئی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ خاص کر پریوں کے بال، بلاعنوان انعامی کہانی (رئیس فاطمہ)، ایک اور احسان (حسن ذکی کاظمی) سپرہٹ کہانیاں تھیں۔ اس کے علاوہ تحریریں جاگو جگاؤ (حکیم محمد سعید) رنگ برنگے پرندے (نسرین شاہین) بہت اچھی لگیں۔ **احتشام الحق، بنوں۔**

✽ مئی کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ سب کہانیاں اچھی تھیں۔ خاص طور پر چاندی کی آواز، کالا گورا، جاگو جگاؤ بہت اچھی تھیں۔ سرورق بھی لاجواب تھا۔ **اقصیٰ جاوید، سانگھڑ۔**

✽ مئی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ بلاعنوان کہانی بہت دل چسپ تھی۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، پریوں کے بال، میں تمھارا دانت ہوں اور معلومات پاکستان میں بہت مفید معلومات تھیں۔ **عبدالباسط تالانی، جیکب آباد۔**

❁ مئی کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں پریوں کے بال، میں تمھارا دانت ہوں، رنگ برنگے پرندے، روشن راستہ اور بلاعنوان انعامی کہانی بہت اچھی لگیں۔ **محمد راشد ٹالانی بلوچ، جیکب آباد۔**

❁ مئی کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ کہانی پریوں کے بال بہت اچھی تھی۔ **علشباہ مقصود، واہ کینٹ۔**

❁ مئی کے شمارے کی ہر تحریر اچھی لگی۔ **ایمن خالد، واہ کینٹ۔**

❁ مئی کا شمارہ کچھ خاص نہیں تھا۔ چند ایک تحریروں کے سوا کوئی اچھی تحریر نہیں تھی۔ اشتیاق احمد کی کہانیاں ضرور شائع کیا کریں۔ انکل! براہ مہربانی موبائل فون کے استعمال پر آپ کوئی اپنی تحریر شائع کریں۔ **سعد احمد اسد، ہری پور، ہزارہ۔**

❁ مئی ۲۰۱۰ء کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ **راشد علی عمرانی، شہداد پور۔**

❁ ہمدرد نونہال ہمیشہ سے لاجواب ہے۔ اس کی تعریف کے لیے الفاظ ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔ **رخسانہ فرزانہ حفیظ، راولپنڈی۔**

❁ مئی کا شمارہ بہت خوب صورت تھا۔ کہانیاں نہایت ہی خوب صورت تھیں۔ ایک اور احسان، گوما اور گورا، چاندی کی آواز اور بلاعنوان بہت ہی خوب صورت تھیں۔ **ہارون الرشید، جہلم۔**

❁ مئی کا شمارہ بہت ہی اچھا تھا۔ اس میں گوما اور گورا، کالا گورا بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں۔ **طارق علی، خالد علی کھوسہ۔**

❁ مئی کے شمارے میں ایک اور احسان اچھی کہانی تھی۔ بلاعنوان کوئی خاص نہیں تھی۔ **بشریٰ عبدالستار رانا، ملتان۔**

❁ ہمدرد نونہال ایک بہترین تربیتی رسالہ ہے۔ اس میں اپنی تحریریں دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے، لیکن انکل! اپنی تحریر پر کسی کا نام دیکھ کر افسوس ہوا۔ علم دریچے میں میری ایک تحریر ''نظر رکھیے'' پر کسی اور کا نام لکھا تھا۔ انکل! ایسا کیوں ہوتا ہے۔ **یسریٰ مریم، حمزہ شفیع، کراچی۔**

بعض دفعہ ایک ہی اقتباس کئی نونہال بھیج دیتے ہیں۔ جس کی تحریر پہلے موصول ہو، وہ چھپ جاتی ہے۔ آپ کا اقتباس ہمیں نہیں ملا۔

❁ مئی کا شمارہ کافی دل چسپ رہا، جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک ہر سلسلہ خوشبو کی طرح مہک رہا تھا۔ پریوں کے بال پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ انکل! ''میں آپ کی چہیتی ہوں'' بہت ہی عمدہ تحریر تھی اور جہاں تک حکیم محمد سعید شہید کی تحریروں کی بات ہے تو تعریف کو الفاظ ہی نہیں ملتے۔ ''اعضا بولتے ہیں'' بہت ہی قابل قدر اور معلومات سے بھرپور سلسلہ ہے کہانیاں اور نظمیں سب ہی زبردست تھیں۔ **صفیہ وہاب انصاری، کراچی۔**

❁ ہمدرد نونہال ایک بہت ہی اچھا رسالہ ہے، جس سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو مل رہا ہے۔ مئی کے نونہال میں کہانی چاندی کی آواز (ابرار محسن) بہت اچھی لگی اور بلاعنوان کہانی بھی اچھی لگی۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کا قصہ ''پریوں کے بال'' پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ انکل! آج کل ہمدرد نونہال میں جادوئی کہانیاں بہت کم نظر آتی ہیں۔ جن کو پڑھ کر مجھے اور دوسرے نونہالوں کو بہت مزہ آتا ہے۔ **خالد عبدالستار، کراچی۔**

❁ انکل! میں آپ کی درازیِ عمر کے لیے دعا کرتا ہوں۔ اردو ڈائجسٹ ۲۰۰۳ء میں آپ کے متعلق سید قاسم محمود کے لکھے ہوئے خاکے سے پتا چلا کہ آپ نے بچوں کے لیے پہلا سفر نامہ لکھا اور آپ کے پردادا کو خواجہ اجمیر نے دو پیسے خواب میں عطا کیے، جن میں سے ایک آپ کے بھائی کے پاس ابھی بھی ہیں۔ **فیضان خالد، واہ کینٹ۔**

''ابھی بھی'' لکھنا صحیح نہیں ہے۔ ''اب بھی'' لکھنا چاہیے۔

❁ مئی کا شمارہ کہانیوں اور معلومات سے بھرپور تھا۔ **طوبیٰ جہانگیر زبیری۔**

❁ مئی کا شمارہ ہر بار کی طرح بہت ہی زبردست رہا۔ اس شمارے میں ''پریوں کے بال'' اور ''گوما اور گورا'' بہت اچھی لگیں۔ انکل! کسی سلسلہ وار کہانی کا آغاز کریں۔ ''آیئے مصوری سیکھیں'' کا سلسلہ ختم کردیں، پلیز۔ اس بار کے لطیفے بھی پسند آئے۔ **فائزہ محمد احمد خانزادہ، حیدر آباد۔**

❁ گوما اور گورا، کاغذ کی تھیلی اور ناٹ کی چادر بہترین کہانیاں تھیں۔ ایک اور احسان، بالکل ہی پسند نہیں آئی۔ کاغذ کی تھیلی پر تو اپنی بہن سے میری لڑائی ہوچکی ہے۔ اس کو بھی پھونک مار کر غبارا کرنے کی عادت ہے۔ **اقراء راؤ، کراچی۔**

❁ کہانیوں میں سب سے اچھی چاندی کی آواز (ابرار محسن) اور کالا گورا (نیما گل) تھیں۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر ''میں تمھارا دانت ہوں'' پڑھ کر دانتوں کی اہمیت معلوم ہوئی۔ ہمیں اپنے دانتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ **عنزہ راؤ، کراچی۔**

❁ مئی کے شمارے میں کہانی ایک اور احسان پسند نہیں آئی، بالکل بور تھی۔ چاندی کی آواز ادھوری سی لگی۔ روشن راستے، ناٹ کی چادر اور کاغذ کی تھیلی سب سے اچھی کہانیاں تھیں۔ **اقصیٰ راؤ، کراچی۔**

❁ مئی ۲۰۱۰ء کا شمارہ پچھلے تمام شماروں سے بہتر تھا۔ کہانیوں میں کالا گورا (نیما گل)، چاندی کی آواز (ابرار محسن) اچھی لگیں۔ نظمیں کچھ خاص نہیں تھیں۔ نونہال ادیب میں روبوٹ ممی (عاصمہ فرحین) اچھی تھی۔ جناب حسن ذکی کاظمی کی کہانیاں تو ہوتی ہی زبردست ہیں۔ **ازکی راؤ، کراچی۔**

❁ مئی کا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ کہانیاں پہلے سے بہتر تھیں۔ نظمیں اچھی تھیں۔ غرض کہ مئی کے شمارے کا معیار پہلے سے بڑھ کر تھا۔ کہانیاں ایک اور احسان، کالا گورا، چاندی کی آواز اور بلاعنوان کہانی بہت پسند آئیں۔ شہید حکیم محمد سعید کی معلوماتی تحریر ''میں تمھارا دانت ہوں'' سے بہت سی قیمتی معلومات حاصل ہوئیں۔ پریوں کے بال (مولوی عبدالحق) پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ نونہال ادیب کی تمام تحریریں اچھی لگیں۔ نونہال مصور میں ویدا ریاض فاطمی کی تصویر بہت شان دار تھی۔ انکل! کچھ نونہال تصویر خانہ، نونہال مصور اور آیئے مصوری سیکھیں کے سلسلوں کو بند کرنے کی تجویز دیتے ہیں، مگر میں ان سے اختلاف کرتی ہوں۔ میرے خیال میں یہی سلسلے تو رسالے کی جان

ہیں اور ان کے بغیر ہمدرد نونہال پھیکا پھیکا لگے گا۔ البتہ انعامی سلسلوں میں کوئی تبدیلی لائی جائے۔ **رافعہ خالد، کراچی۔**

❁ کیا ہم کسی انگریزی کہانی کا اردو ترجمہ کر کے بھیج سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بلاعنوان، معلومات افزا اور خط ایک لفافے میں بھیج سکتے ہیں؟ **شانزہ خان، میانوالی۔**

انگریزی کا ترجمہ بھیج سکتی ہیں۔ ایک لفافے میں کئی چیزیں بھی بھیج سکتی ہیں، لیکن ہر تحریر پر نام و پتا پورا لکھ کر۔

❁ مئی کا شمارہ زبردست تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس مہینے کا خیال سب سے اچھا تھا۔ اس کے علاوہ چاندی کی آواز، ایک اور احسان، کالا گورا نمبر ون تھیں۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کی تحریر "پریوں کے بال" بہت مزے کی تھی۔ اس بار بھی شہید حکیم محمد سعید کا مضمون "میں تمھارا دانت ہوں" نمبر لے گیا۔ آپ کا مضمون "کیا میں آپ کی چہیتی ہوں" اچھا تھا۔ **وریشا رفیق، کراچی۔**

❁ مئی کا شمارہ حسب روایت اچھا لگا۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات اور علم دریچے ہمیشہ کی طرح دل کش رہے۔ تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ **ارج رفیق، کراچی۔**

❁ آپ سب کو میرا سلام پہنچے، کیوں کہ آپ ہی لوگ ہیں جو ہمدرد نونہال میں اتنی ساری معلومات کے ذریعے سے ہمارا مستقبل روشن کر رہے ہیں۔ **صبیحہ انجم۔**

❁ اس بار بلاعنوان انعامی کہانی زبردست تھی۔ ہنسی گھر پڑھ کر ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ انکل! آپ کو اتنی اچھی اچھی کہانیاں کیسے مل جاتی ہیں۔ ہم سب ہمدرد نونہال شوق سے پڑھتے ہیں۔ **عطیہ معیز، کراچی۔**

❁ ہر شمارے کی طرح مئی کا شمارہ بھی اچھا تھا۔ سب کہانیاں، نظمیں، لطیفے وغیرہ زبردست تھے۔ **وجیہہ زبیر، کراچی۔**

❁ مئی کا ہمدرد نونہال بہت زبردست تھا۔ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک سب تحریریں، کہانیاں، بیت بازی، نظمیں، ہنسی گھر، ہنڈ کلیا، معلومات پاکستان لاجواب ہوتی ہیں۔ "اعضا بولتے ہیں" بہت اچھا سلسلہ ہے۔ **اسما منیبہ فہد، کراچی۔**

❁ شہید حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ اور آپ کی پہلی بات دل کو بھا گئی۔ اس مہینے کی تمام ہی کہانیاں پریوں کے بال، چاندی کی آواز، ایک اور احسان، گوما اور گورا اور بلاعنوان انعامی کہانی بہت دل چسپ تھیں۔ شہید حکیم محمد سعید کی تحریر "میں تمھارا دانت ہوں" پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ **محمد افضل رندھاوا، سانگھڑ۔**

❁ ہمدرد نونہال بچوں کے رسالوں میں سب سے بہترین ہے۔ ہماری طرف سے تمام لکھنے والوں، رسالے کو بنانے، سجانے والے تمام اسٹاف کو بہت مبارک ہو۔ **وسیم شہزاد جندران، علی پور چٹھہ۔**

❁ میں ماہ نامہ ہمدرد نونہال کا نہایت ذوق و شوق سے مطالعہ کرتی ہوں۔ **رمشاء، ٹنڈو آدم۔**

❁ مئی کا شمارہ واقعی سپر ہٹ تھا۔ تمام سلسلے پسند آئے۔ میں تمھارا دانت ہوں پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ کہانیوں میں چاندی کی آواز (ابرار محسن)، ایک اور احسان (حسن ذکی کاظمی)، گوما اور گورا (مناظر صدیقی)، بلاعنوان انعامی کہانی (رئیس فاطمہ) اور روشن خیالات بھی اچھے تھے۔ **رافعہ رسول رحمانی۔**

❁ ویسے تو ہمدرد نونہال ہر لحاظ سے منفرد، ہر دل عزیز اور دل چسپ رسالہ ہے، لیکن اس میں ایک خاص کمی ہے جی ہاں، مزاحیہ تحریروں کی۔ **محمد شاہد کھتری اناری والے، نیو کراچی۔**

❁ مئی کا شمارہ تو بہت ہی دل چسپ تھا۔ سب سے زیادہ نمبر جاگو جگاؤ اور پہلی بات لے گئی۔ پھر دوسری تحریریں مثلاً میں تمھارا دانت ہوں، گوما اور گورا، چاندی کی آواز اور پریوں کے بال بھی اچھی تھیں۔ **روشن نظر رضا محمد، نواب شاہ۔**

❁ مئی کا شمارہ اپنے اندر بہت کچھ سموئے ہوئے تھا۔ تحریروں میں "میں آپ کی چہیتی ہوں" (مسعود احمد برکاتی)، اوسان (مولوی عبداللہ خان)، روشن خیالات، علم دریچے، پریوں کے بال (مولوی عبدالحق)، ایک اور احسان (حسن ذکی کاظمی) اور بلاعنوان کہانی (رئیس فاطمہ) نمبر لے گئیں۔ **عابد علی آرائیں، ٹنڈو میر علی۔**

❁ مئی کا ہمدرد نونہال بہت اچھا تھا۔ سب کہانیاں اچھی تھیں۔ کہانی "چاندی کی آواز" کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔ لطیفے اور پورا ہمدرد نونہال بہت پسند آیا۔ **فرحان یاسین کھتری، ٹنڈو الہیار۔**

❁ ہر ماہ کی طرح اس ماہ کا ہمدرد نونہال بہت اچھا تھا۔ **فاطمہ شفقت، عائشہ شفقت، کراچی۔**

❁ میں ہمدرد نونہال بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ معلومات افزا کے سوالات کے آگے تین اشارے ہوتے ہیں تو ہمیں جواب کے لیے صرف درست اشارہ لکھنا چاہیے یا پھر جواب کے لیے پورا جملہ لکھنا چاہیے؟ **عبدالسمیع، چکوال۔**

سوال کا نمبر ڈال کر صرف درست اشارہ لکھ دینا کافی ہے۔

❁ ہمدرد نونہال ایک معیاری رسالہ ہے، جس سے ہم بہت کچھ سیکھتے ہیں میری دعا ہے کہ ہمدرد نونہال یونہی بلندیوں کی منزل طے کرتا رہے۔ **ش۔ پ۔ ہ، سلطان پور۔**

❁ انکل! مئی کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ خاص طور پر چاندی کی آواز اور ٹاٹ کی چادر بہت پسند آئیں۔ **فرحین عظمت، کراچی۔**

❁ مئی کے رسالے میں سرورق پر سید سفیان علی کی فوٹو بہت اچھی لگی۔ حکیم صاحب کا جاگو جگاؤ ہمارے لیے خزانہ ہے۔ مسعود احمد برکاتی کی پہلی بات اچھی محنت کے بارے میں خوب تھی۔ دوسری تحریروں میں اوسان، پریوں کے بال، میں تمھارا دانت ہوں، چاندی کی آواز، ایک اور احسان، گوما اور گورا سب اے ون تھیں۔ **محمد ارشد اللہ رکھا، کوٹ غلام محمد۔**

❁ مئی کا تازہ شمارہ بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں ویسے تو تمام ہی اچھی کہانیاں تھیں، مگر سب سے زیادہ اچھی گوما اور گورا (مناظر صدیقی) اور چاندی کی

آواز (ابرار محسن) تھیں۔ میں تمھارا دانت ہوں بہت معلوماتی تحریر تھی۔
ماہین بیگ بلوچ، کراچی۔

❁ مئی کا شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ کہانیوں میں کاغذ کی تھیلی (مسعود احمد برکاتی)، گوما اور گورا (مناظر صدیقی)، بلاعنوان (رئیس فاطمہ) اور کالا گورا (نیما گل) بہت پسند آئیں۔ **سیدہ حرا نقوی، کراچی۔**

❁ گزشتہ ماہ میں نے آپ سے چند سوالات کیے تھے، لیکن آپ نے جواب دینے کے بجائے اُلٹا مجھ سے سوالات کر لیے۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کہانی کے ساتھ کارٹون تصاویر آپ خود لگاتے ہیں یا وہ بھی لکھنے والے کو بھیجنی پڑتی ہیں؟ اس کے علاوہ آپ "خاص نمبر" کے ساتھ جو تحفہ بھیجتے ہیں وہ تو ہمیں بک ڈپو والے دیتے ہی نہیں کیا وجہ ہے؟ **شہزاد عباس کھرل، ملتان۔**

> کارٹون، تصویریں غزالہ صاحبہ سے بنواتے ہیں۔

❁ مئی کا شمارہ بہت اچھا رہا۔ ہر کہانی اپنی مثال آپ ہے اور لطائف اس بار بہت اچھے رہے۔ اس کے علاوہ نونہال ادیب بھی بہت اچھا رہا۔ **میاں محمد اشفاق، میانوالی۔**

❁ سب سلسلے ہمیشہ کی طرح پسند آئے۔ پریوں کے بال (بابائے اردو مولوی عبدالحق) بہت اچھی لگی۔ میں تمھارا دانت ہوں (شہید حکیم محمد سعید) اور بلاعنوان (رئیس فاطمہ) مزے دار کہانیاں تھیں۔ نونہال ادیب میں کہانی روبوٹ ممی (عاصمہ فرحین) اچھی تھی۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریریں ہمیشہ اچھی ہوتی ہیں۔ **عدنان افضل کندی گنجرا، کندیاں۔**

❁ سرورق زبردست تھا۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات کی تو کیا ہی بات ہے۔ پریوں کے بال، چاندی کی آواز، کیا میں آپ کی چھیتی ہوں، کاغذ کی تھیلی، میں تمھارا دانت ہوں، گوما اور گورا، بلاعنوان انعامی کہانی اور نظمیں اس شمارے میں نمبر لے گئیں۔ **رانجھے خان نوناری، ملتان۔**

❁ جاگو جگاؤ اور اس مہینے کا خیال سبق آموز تھے۔ نظموں میں نعت شریف (حکیم خاں حکیم) اور فقیر کی صدا (شریف احمد شریف) اچھی لگیں۔ کہانیوں میں ٹاٹ کی چادر، کالا گورا، روشن راستہ اور ایک اور احسان پسند آئیں۔ لطیفے پرانے تھے۔ باقی مستقل سلسلے ہمیشہ کی طرح بہترین تھے۔ **محمد شعیب مصطفےٰ، سرگودھا۔**

❁ ہمدرد نونہال ایک زبردست رسالہ ہے۔ یہ ہمیں ہر ماہ بہت اچھی معلومات دیتا ہے۔ **رفعت بتول، جھاوریاں۔**

❁ تمام تحریریں بہت اچھی، عمدہ اور بچوں کی تربیت کرنے والی تھیں۔
سحرش شاہد، آزاد کشمیر۔

❁ مئی کا شمارہ بہت بہترین تھا، خاص کر تحریر کالا گورا زبردست تھیں۔ سرورق بھی خوب صورت تھا۔ آپ ہمدرد نونہال اسمبلی ختم کر دیجیے، کیوں کہ سمجھ میں نہیں آتی۔ **عروج قیوم، کراچی۔**

❁ جاگو جگاؤ میں حکیم صاحب کے مشورے اور اچھی اچھی باتیں ہیں اس دفعہ محنت کے بارے میں حکیم سعید صاحب کہتے ہیں کہ رزق حاصل کرنے کے لیے کسی کام سے شرمانا نہیں چاہیے۔ پہلی بات میں اس مہینے کا خیال بہت خوب صورت ہے کہ اپنوں کی بات کو توجہ سے سننا ہی پیار دینے کے برابر درجہ رکھتا ہے۔ یعنی کہ ہم اپنے بزرگوں کی بات غور سے دل لگا کر توجہ سے سنیں تو یہ بھی ان سے پیار کا اظہار کا ایک طریقہ ہے اور اس پر عمل بھی کریں۔ **سمانہ تقوی، کراچی۔**

❁ مئی ۲۰۱۰ء کا شمارہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کی تحریر پریوں کے بال کی وجہ سے ہمیں ننھا خاص نمبر لگا۔ یہ بڑی انوکھی اور معلوماتی تحریر تھی، بعد از تحریر، کہانی کے خصوصی طور پر درج الفاظ معنی نے تو ہم جیسے نو آموز قارئین کے لیے تحریر کی تفہیم میں بے حد آسانی فراہم کر دی۔ مولوی محمد عبداللہ خاں کی تحریر "اوسان" مزہ دے گئی۔ واقعی مشکل وقت میں اگر اوسان خطا ہو جائیں تو کام بگڑ جائے اور اوسان بحال رہ جائیں تو کام سنور جاتے ہیں۔
احد یہ خان غوری، کراچی۔

❁ ساری کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں اور اپنی اپنی جگہ اچھی تھیں۔ بلاعنوان کہانی اتنی اچھی نہیں تھی جتنی ہونی چاہیے تھی۔ مجھے بہت زیادہ پسند نہیں آئی، بس ٹھیک ہی تھی۔ **عارفہ لطیف آرائیں، حیدر آباد۔**

❁ سرورق اچھا تھا۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات نے جگا دیا۔ اس مہینے کا خیال نے دل کو منور کر دیا۔ روشن خیالات نے دماغ کو روشن کر دیا۔ پریوں کے بال، چاندی کی آواز، ایک اور احسان، کیا میں آپ کی چھیتی ہوں، کاغذ کی تھیلی، میں تمھارا دانت ہوں، گوما اور گورا، بلاعنوان انعامی کہانی، ٹاٹ کی چادر، رنگ برنگے پرندے، کالا گورا، روشن راستہ زبردست تحریریں تھیں۔ **عمر دراز نوناری، ملتان۔**

❁ ہمدرد نونہال بہت اچھا اور اصلاحی رسالہ ہے۔ میں بچپن سے یہ رسالہ پڑھتی آ رہی ہوں اور اب بچوں کو پڑھا رہی ہوں۔ سارے بچے ماشاء اللہ بہت شوق سے ہمدرد نونہال پڑھتے ہیں۔ میں نے کئی تحریریں بچوں کی اصلاح کے لیے لکھی ہیں۔ عنقریب رسالے میں شائع ہونے کے لیے بھیجوں گی۔ ہمدرد نونہال میں بہت اچھی اچھی کہانیاں شائع ہوتی ہیں۔ ایک بات پوچھنی تھی کہ ہمدرد نونہال میں جن کہانیوں کے ساتھ تصاویر غزالہ صاحبہ بناتی ہیں وہ کہانیاں بڑے رائٹرز کی ہوتی ہیں، اس لیے انھیں واضح کیا جاتا ہے یا طویل ہوتی ہیں یا اچھی ہوتی ہیں؟ **راؤ راشدہ پروین، کراچی۔**

> کہانی تصویر کے لیے مناسب ہونا چاہیے، بس کوئی اور شرط نہیں ہے۔

❁ کہانیوں میں بالخصوص بلاعنوان کہانی، چاندی کی آواز، ایک اور احسان، روشن راستہ اور ٹاٹ کی چادر بہترین تھیں۔ جسمانی اعضا سے متعلق مضمون "میں تمھارا دانت ہوں" بہت زبردست تھا۔ رنگ برنگے پرندے اور معلومات پاکستان دل چسپ اور معلوماتی مضامین تھے۔ تمام مستقل سلسلے بھی بہت پسند آئے۔ **خوشجمت، زویا، احسان، حسنین، گھوٹکی۔**

❁ مئی کے شمارے میں دانتوں کے بارے میں تحریر "میں تمھارا دانت ہوں"

شان دار اور معلومات سے بھرپور تھی۔ اس کے علاوہ ایک اور احسان اور بلاعنوان کہانی بہت دل چسپ اور سبق آموز تحریریں تھیں۔ **واجد علی، امجد خان، کراچی۔**

❁ اس ماہ کا شمارہ بہت پسند آیا۔ خاص طور پر گوما اور گورا، پریوں کے بال اور بلاعنوان انعامی کہانی بہت خوب صورت تحریریں تھیں۔ **اسد سلیم، ایبٹ آباد۔**

❁ مئی ۲۰۱۰ء کا شمارہ بہت دل چسپ رہا۔ ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ **جویریہ فرہاد علی رحمانی، سانگھڑ۔**

❁ مئی ۲۰۱۰ء کا شمارہ بہت ہی مزے کا تھا۔ تمام کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔ ہنسی گھر بھی تقریباً نیا تھا۔ علم دریچے میں بھی اچھی معلومات تھیں۔ جناب حکیم محمد سعید کا مضمون دانت کے بارے میں بہت ہی دل چسپ اور مزے کا تھا۔ اس بار بلاعنوان کہانی بھی قابل تعریف تھی۔ **راؤ محمد مبشر شبیر راجپوت، ملتان۔**

❁ آپ کو اتنا اچھا اور عمدہ رسالہ نکالنے پر ''خراجِ تحسین'' پیش کرتی ہوں۔ **فائقہ عبداللہ، کراچی۔**

❁ ہمیں اتنا اچھا رسالہ دینے پر آپ کا بے حد شکریہ۔ شہید حکیم محمد سعید صاحب کا سلسلہ ''اعضا بولتے ہیں'' مجھے بے حد پسند ہے۔ کہانیوں میں روشن راستہ اور رات کی چادر اچھی لگیں۔ **مفازہ قیصر، کراچی۔**

❁ نسرین شاہین کی تحریر رنگ برنگے پرندے بہت ہی معلوماتی تحریر تھی۔ دنیا کا حسن واقعی رنگ برنگے پرندوں پر قائم ہے۔ نیا گل کی کہانی کالا گورا بہت ہی زبردست کہانی تھی۔ معلومات پاکستان (سعید عبدالخالق بھٹ) کی معلومات بھی معلومات تھیں۔ ہنسی گھر اور بیت بازی تو اس دفعہ نمبر لے گئے اور ہنسی گھر واقعی ہنسی گھر تھا۔ روشن راستہ (راشد نواب شاہی) کی تحریر واقعی روشن راستہ تھی۔ ہمدرد نونہال اسمبلی تو اس دفعہ حقیقی نمبر لے گئی۔ نونہال ادیب واقعی نونہال ادیب ہوتے ہیں۔ نظموں میں فقیر کی صدا شریف احمد شریف)، کبھی چلتی ہوں (حافظ مظفر محسن) کی نظم بہت ہی اچھی تھیں۔ **محمد آفتاب عالم سرحدی، میٹھا خیل۔**

❁ خاص نمبر مجھے اور میرے گھر والوں کو بہت پسند آیا۔ دل چسپ کہانیوں نے دل سرشار کر دیا۔ سب کہانیاں دل چسپ تھیں، لیکن سب سے اچھی کہانی بلاعنوان کہانی (شکیل صدیقی) اور سچا دوست (سائرہ غفار) تھیں۔ نظم حمد باری تعالیٰ اور گرمی کا موسم بھی بہت اچھی لگیں۔ علم دریچے بھی اچھا لگا۔ معلومات بہت اچھی تھیں۔ **محمد فیروز علی، محمد صادق علی، کراچی۔**

❁ خاص نمبر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اس دفعہ دوسرا دوست (اشتیاق احمد)، سو کا نوٹ (عمران مشتاق) ہار، عطار اور بادشاہ (شہید حکیم محمد سعید) اور بلی کا محل (مسعود احمد برکاتی) بہت زبردست کہانیاں تھیں۔ **صہیب احمد فاروقی، کراچی۔**

❁ مجھے ہمدرد نونہال بہت پسند ہے اور میں اس کا دیوانہ ہوں۔ شمارہ مئی اور خاص نمبر تعریف کے قابل ہیں، لیکن خاص نمبر میں سب سے اچھی کہانی صفحات غلط جڑنے کی وجہ سے نہ پڑھ سکا۔ اس کے علاوہ خاص نمبر کی شان یعنی ایک مکمل ناول ''دوسرا دوست'' (اشتیاق احمد) میں بھی صفحات مکمل نہیں تھے۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ **خضر راشد صدیقی، کراچی۔**

❁ جون کا خاص نمبر بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں دوسرا دوست (اشتیاق احمد) بلی کا احسان، اور باقی کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں ''میں تمھارا حلق ہوں'' پڑھ کر معلومات میں مزید اضافہ ہوا۔ سمندری کچھوے کے بارے میں پڑھ کر بہت سی معلومات حاصل ہوئیں۔ **اقراء غفار راؤ، کراچی۔**

❁ اس دفعہ کا خاص نمبر اپنی مثال آپ تھا۔ اشتیاق احمد کا ناول ''دوسرا دوست'' واقعی بہت عمدہ تھا۔ باقی تمام کہانیاں بھی لاجواب تھیں۔ نونہال ادیب میں کہانی ''بطخوں کا بٹوارا'' (راؤ محمد مبشر شبیر) نقل شدہ تھی۔ **اذکی راؤ، کراچی۔**

❁ ہمدرد نونہال کا خاص نمبر پڑھ کر سال بھر کی تشنگی پوری ہوگئی۔ واقعی مدیر مسعود احمد برکاتی صاحب، صدر مجلس سعدیہ راشد صاحبہ اور تمام اسٹاف قابل مبارک باد ہے۔ سونے پہ سہاگہ اشرف صبوحی دہلوی صاحب کی سمندری پریاں کا تحفہ بہت پسند آیا۔ **واجد نگینوی اچ، کراچی۔**

❁ مجھے ہمدرد نونہال بہت پسند ہے اور میں اس کا دیوانہ ہوں۔ شمارہ مئی اور خاص نمبر نہایت تعریف کے قابل ہیں۔ **خضر راشد صدیقی، کراچی۔**

❁ اپریل کے شمارے میں میری تحریر ''صفائی ستھرائی'' شائع کرنے کا بہت شکریہ۔ ہر مہینے ہمدرد نونہال کے آنے کی خوشی اور انتظار ہوتا ہے، لیکن اپریل میں مجھے ہمدرد نونہال سے پہلے ایک عمدہ اور مفید کتاب کا تحفہ ملا تو ہمدرد نونہال کو پانے کی جلدی اور اضطراب بڑھ گیا۔ انکل! میں آپ کی اور تمام نونہالوں کی دعا کی محتاج ہوں۔ میں نے میٹرک کے پیپر دیے ہیں۔ میرے شان دار نتیجے کے لیے دعا کریں۔ **قراۃ العین ذوالفقار، اسلام آباد۔** ☆

اگست ۲۰۱۰ء کے شمارے کی متوقع جھلک

☆ حکیم صاحب کی معلوماتی تحریر
میں تمھاری ناک ہوں

☆ مسعود احمد برکاتی کی ایک یادگار تحریر
قصہ ایک وزیرِ اعظم کا

☆ اشتیاق احمد کی ایک خوب صورت کہانی

☆ حیرت انگیز نئی معلومات

☆ اور بہت ساری دل چسپیاں

انعامی سلسلہ ۱۷۵ — سلیم فرخی

معلومات افزا

معلومات افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول سولہ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہوں گے، لیکن انعام کے لیے گیارہ سے زیادہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ جوابات صحیح دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک سو روپے نقد حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- جولائی ۲۰۱۰ء تک ہمیں مل جائیں۔ جوابات کے کاغذ پر بھی اپنا نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت .... جانوروں کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔ (حضرت داؤدؑ ۔ حضرت سلیمانؑ ۔ حضرت نوحؑ)

۲۔ مسلمان سیاح ابنِ بطوطہ برصغیر میں سلطان محمد تغلق کے عہد میں .... کے عہدے پر فائز رہے۔ (قاضی ۔ طبیب ۔ منجم)

۳۔ مغل بادشاہ بابر کی بیٹی گلبدن ہمایوں بادشاہ کی .... تھی۔ (چچی ۔ ممانی ۔ بہن)

۴۔ مولانا شبلی نعمانی کا انتقال .... میں ہوا تھا۔ (۱۹۱۴ء ۔ ۱۹۱۸ء ۔ ۱۹۲۶ء)

۵۔ دسمبر ۱۹۵۷ء میں .... پاکستان کے وزیر اعظم بنے تھے۔ (آئی آئی چندریگر ۔ فیروز خان نون ۔ حسین شہید سہروردی)

۶۔ مشہور شاعر حمایت علی کا تخلص .... ہے۔ (شوق ۔ شرر ۔ شاعر)

۷۔ اردو نظم میں پانچ مصرعوں کے بند کو .... کہتے ہیں۔ (مثلث ۔ مسدس ۔ مخمس)

۸۔ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ ہے: "ڈھاک کے .... پات" (دو ۔ تین ۔ چار)

۹۔ ہفت روزہ اخبار "الہلال" مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۲ء میں .... سے جاری کیا تھا۔ (آگرہ ۔ کلکتہ ۔ احمد آباد)

۱۰۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام .... میں ڈھاکا میں عمل آیا تھا۔ (۱۹۰۶ء ۔ ۱۹۳۷ء ۔ ۱۹۴۰ء)

۱۱۔ ہوا کی رفتار معلوم کرنے کے لیے آلہ .... استعمال کیا جاتا ہے۔ (بیرومیٹر ۔ انیمومیٹر ۔ تھرمامیٹر)

۱۲۔ سویڈن کے دارالحکومت کا نام .... ہے۔ (پانامہ ۔ مناکو ۔ اسٹاک ہوم)

۱۳۔ ۱۸۶۵ء میں امریکی صدر .... کو قتل کیا گیا تھا۔ (ابراہام لنکن ۔ کینیڈی ۔ روزویلٹ)

۱۴۔ کیرم کے کھیل میں کل .... گوٹیں ہوتی ہیں۔ (۱۸ ۔ ۱۹ ۔ ۲۰)

۱۵۔ اسکوائش کے کھلاڑی جہانگیر خان کے والد .... بھی عالمی اسکوائش چیمپئن تھے۔ (ہاشم خان۔ طورسم خان۔ روشن خان)

۱۶۔ علامہ اقبال کے اس شعر کا دوسرا مصرع درست کیجیے:

باطل سے دبنے والے، اے آسماں نہیں ہم .... بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا (دو ۔ نو ۔ سو)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۱۷۵ (جولائی ۲۰۱۰ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ دہرائیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸/ جولائی ۲۰۱۰ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (جولائی ۲۰۱۰ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸/ جولائی ۲۰۱۰ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

Adarts-CAR-1/09

بلاعنوان کہانی کے انعامات

مئی ۲۰۱۰ میں محترمہ رئیس فاطمہ کی بلاعنوان کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات ہمیں موصول ہوئے۔ کمیٹی نے ان میں سے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے۔ انعام یافتہ نونہالوں کو ایک کتاب بطور تحفہ پیش کی جارہی ہے۔ عنوان اور نونہالوں کے نام درجِ ذیل ہیں:

۱۔ عنوان: بستی کا بیٹا

محمد امیر صدیق جندران، علی پور چٹھہ، گوجرانوالہ

۲۔ عنوان: ہار کی بہار

سلمان عرفان، ملتان روڈ، لاہور

۳۔ عنوان: وہ سب کا مسیحا

قدسیہ شریف، لیاقت آباد، کراچی

چند اچھے عنوانات یہ ہیں:

نولکھا ہار۔ اور ہار مل گیا۔ عظیم انسان۔ ہمدرد۔ رانی کا ہار۔ گراں مایہ۔ نئی صبح۔ سب کا بھلا۔ دن بدل گئے۔ اخلاص کا تحفہ۔ ہار کی واپسی۔ خدمتِ خلق۔ مشتاق نگر۔ انمول نیکی۔ بڑا آدمی۔ عظمت کا نشان۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: محمد مبشر اقبال خان، آبلہ نور محمد فیصل، حمزہ شفیع، اسماء منیبہ فہد، سندس آسیہ، اقصیٰ ہاشمی، انشراح ریحان عقیل، سارہ ذاکر انصاری، وجیہہ زبیر، ارج رفیق، فرح پرویز، عطیہ بتول، بلاح فتاح، سید زین الحسن، واجد نگینوی، اریبہ آفتاب، رافعہ خالد، مریم سرور، محمد شہزاد، حریم دستگیر، فرحین عظمت، ایمن انیس، وقار احمد بوزدار، اقصیٰ راؤ، محمد زوہیب حسن، سید نبیل منور، محمد

شاہد کھتری اناری والے، وریشا رفیق، صفیہ وہاب انصاری، سویرا محمد اسلم، خالد عبدالستار، شفیق انجم غلام سبحانی، بلال مبین، افضال احمد خان، حیا ندیم، فاخرہ، محمد ولید شیخ، محمد مصعب علی، سیدہ طیبہ فاطمہ، کومل محمد اقبال، محمد انس حمیدی، سید مصطفٰی رضا، طوبیٰ جہانگیر زبیری، سعد جہانگیر زبیری، ثانیہ محمد سعید، جویریہ آصف، شازیہ انصاری، جویریہ نعمان، عائشہ محمود حسن، سید اویس خواجہ، حبیبہ تنویر، مطہرہ شکیل احمد، عظمیٰ صلاح الدین، محمد علی ابرار، سیدہ افراحق، کنزہ شاکر، مائرہ خان، فاطمہ علی، مریم رحمان، عمار بن عبدالحمید، قراۃ العین، محمد راشد خان کشمیری، طوبیٰ جاوید اقبال، یشل نوید، عائشہ شاہد احمد خان، سید محمد الیس، مطہرہ ناصر، طوبیٰ رضا، محمد عارف بخش راجپوت، اریبہ خالد، طوبیٰ رانی، بشیر احمد، سیدہ مریم رفیع علی حیدر شاہ، معاذ احمد آرائیں، ارم نسیم خان، قدسیہ شریف، فرحانہ انور قمبرانی، زنیرہ سلیم، اسماء ارشد، شاداب ریاض، انیق احمد فاروقی، حمیدہ ملک، مہوش صابر حسین، ردا فاطمہ صدیقی، دیان احمد، طوبیٰ خالد، ارسلان خالد اسحاق، محمد ہاشم خان، یسریٰ انصاری، نادیہ محمد زاہد، سید ذوالقرنین حیدر نقوی، منیبہ عبدالغنی، سیدہ ثوبیہ ناز، فریال اسد، رضی اللہ خان، غزالہ ناز رحمت شاہ، عروج اسلم، عروبہ شمس، ثوبیہ عبدالرزاق، ماہین بیگ بلوچ، فاطمہ عبداللہ، وجیہہ قیصر، خدیجہ محمد عارف، ہدیٰ وسیم خان، سید محمد زین العابدین، سید محمد طلحہ، ثمرہ حفیظ، سیدہ مریم محبوب، سید عفان علی جاوید، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سیدہ جویریہ جاوید، سیدہ عفیفہ جاوید، ارسہ جاوید، معاذ اسحاق، سیدہ زہرہ امام، عروج قیوم صدیقی، محمد منیب خان، سید شمس الحق باری، شاہ بشریٰ عالم، نوید احمد، فائزہ محمود، شایان احمد، بینش غوری، سمانہ تقوی، سید بلال حسین ذاکر، محمد انس خان غوری، مصباح جاوید فاضل، صائبہ مصطفٰی، حافظہ عمیرہ خادم حسین، اریبہ دلشاد خانزادہ، اُمِ ھانی منصور، عائشہ عالم، سدرہ سہیل ہنگورا، رمشاء عادل، معز احمد، فرح اسلام، حور بانو اشرف، فائقہ عبداللہ، اقراء شکیل ☆ **حیدر آباد:** کنزہ سلیم، مصباح عارف علی، اقراء محمد یونس، محمد اُسامہ انصاری، بسما اسلم، فریحہ محمد احمد خانزادہ، نواز محمد شریف راجپوت، محمد صہیب بنگش، محمد سرمد جمال صدیقی، عارفہ لطیف آرائیں، طٰہٰ یاسین، محمد عماد، رخسانہ محمد صابر پیرزادہ، عائشہ ایمن احتشام ☆ **ٹمیاری:** بابر عبدالرحمان سموں، عبدالرزاق سموں ☆ **ٹنڈو محمد خان:** سمعیہ ضمیر ☆ **ٹنڈو الہیار:** ماریہ اسلم، نمرہ سید رفیق علی، ہادیہ اقبال، فرحان یاسین کھتری، محمد آصف یاسین کھتری ☆ **مکلی:** الضحیٰ فاطمہ، تیمور جاوید، اُمِ کلثوم، عائشہ بی بی، اقصیٰ احمد، وجیہہ جاوید، سومل قریشی ☆ **محراب پور:** کائنات علی، نبیلہ عروج کمبوہ، شہریار علی ☆ **کھاہی راہو (نوشہرو فیروز):** دلدار علی راجپوت ☆ **گھوٹکی:** خوشبخت، زویا، دعا، احسان، حسنین، محمد علی ☆ **ٹنڈو میر علی (خیر پور):** عابد علی آرائیں ☆ **دوڑ (نواب شاہ):** چوہدری عبدالغفور راجپوت، ثناء فاطمہ راجپوت ☆ **نواب شاہ:** روشن نظر رضا محمد قائم خانی ☆ **سکرنڈ:** عبدالصمد جاوید، منور سعید خانزادہ راجپوت ☆ **جیکب آباد:** عبدالباسط ٹالانی، محمد راشد ٹالانی بلوچ ☆ **روہڑی:** شاہ نور جمشید خان، ماہ نور جمشید خان ☆ **اوباڑو:** ہلال احمد بوزدار ☆ **سکھر:** عائشہ محمد خالد، دلشاد انصاری، شیریں ریاض احمد، اسماء طفیل، حنیزاء قیوم سومرو، محمد حسیب عباسی ☆ **لاڑکانہ:** سمیہ محمد، سجاد حسین جعفری، نبی بخش ابڑو، معتبر خان ابڑو ☆ **شہداد پور:** راشد علی عمرانی ☆ **سانگھڑ:** محمد افضل رندھاوا، محمد طلحہٰ رندھاوا، ثانیہ رندھاوا، شنکر لال حیدری، توشیبا الطاف، جویریہ فرہاد علی

رحمانی، حمزہ محبوب علی، رافعہ رسول رحمانی، صدف عبدالسلام قریشی، زین العابدین منصوری، کرن اقبال بھٹی، میمونہ محمد ساجد علی ☆ **سنجھورو:** رانا مبین حیدر راجپوت، رانا مرتضیٰ حیدر راجپوت، رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت، رانا ذوالفقار حیدر راجپوت ☆ **کھپرو:** غلام حسین جٹ، قطب الدین جٹ ☆ **جھول:** اقصیٰ جاوید ☆ **میر پور خاص:** عاصمہ عبدالحمید راٹھور، سائرہ محمد اکرم، عدیل احمد، فہد احمد عزیز احمد کھتری سومرو، ثریا بابر ☆ **کوٹ غلام محمد:** محمد ارشد اللہ رکھا ☆ **ٹنڈو جان محمد:** کنول عبدالستار ٹالپر ☆ **جھڈو:** ماہم زادہ محمد الیاس قائم خانی، عبدالسمیع قائم خانی، اقصیٰ محمد امتیاز قریشی، عبدالوسیع، عبدالعزیز قائم خانی، شہزیم راجا ☆ لاہور: ماہ نور خالد، ارمغان الرحمان، زاہد امتیاز، سلمان عرفان، شہر یار ملک، قراۃ العین قاضی، محسن نوید، تاشف احمد ☆ **گوجرانوالہ:** احمد سلمان ملک، نیحہ نور ☆ **علی پور چٹھہ:** محمد امیر صدیق جندران ☆ **شیخو پورہ:** مبین الحق ☆ **فیصل آباد:** وقاص شوکت، رائے محمد کاشف رضا کھرل، سیدہ عائشہ محسن علی، مریم علی، عبداللہ احسان، حافظہ سیرت فاطمہ، حسام اللہ علوی ☆ **راولپنڈی:** فریحہ ناز، ہادیہ نعیم، رابیل حنا، رابعہ، محمد علی، سعدیہ عبدالستار، ہما صفدر ☆ **گوجر خان:** آمنہ اکرم ☆ **واہ:** علشباہ مقصود، فیضان خالد، ایمن خالد ☆ **اسلام آباد:** شبانہ بشیر، سیدہ حریم معظم، محمد نعمان شفیع، ثمر نیک، عمار، حارث، محمد حارث فاروق، دامنِ زہرا، نازش ریاض ☆ **دینہ (جہلم):** وسیم اکرم ☆ **کالا گجراں (جہلم):** ہارون الرشید، سیمان کوثر، محمد افضل، محمد افضال ☆ **چکی شیخ جی:** محمد عرفان ☆ **چوآ سیدن شاہ:** ہمایوں افضل ☆ **اٹک:** نمرہ وحید، جانیہ جمیل ☆ **کامل پور موسیٰ:** محمد عمران ☆ **دومیل:** صالحہ بتول ☆ **شکر درہ:** عبدالرافع ☆ **جھنگ:** محمد ابو بکر جبار، حمزہ جاوید بھٹی ☆ **واصو (جھنگ):** محمد عمر حسن، عبدالکریم ☆ **مظفر گڑھ:** عبداللہ بن نعیم ☆ **کلور کوٹ (بھکر):** رابعہ وحید ☆ **ملتان:** محمد رضا سرگانہ، ایم ذیشان شیرازی، عطاء الحسن بخاری، عمر دراز نوناری، حافظ محمد مدثر چغتائی، علی اطہر قریشی، سدرہ نذر، حافظ محمد یوسف، سیدہ رغینہ بخاری، محمد سعید کشمیری، بشریٰ عبدالستار رانا، راؤ محمد مبشر شبیر راجپوت ☆ **میانوالی:** زبیر احمد، عثمان علی رانجھا، عاصم شہزاد خان ☆ **دلیوالی:** امیر حمزہ ساغر ☆ **کندیاں:** عدنان افضل کندی ☆ **ماڑی انڈس:** میاں محمد اشفاق ☆ **جھور:** رحمت ریاض ☆ **ہڈالی:** نمرہ شاہین ☆ **بہاول پور:** صہبا صادق ☆ **احمد پور شرقیہ:** آفاق حسن ☆ **بہاول نگر:** اسماء سلیم بھٹہ، عروج علی ☆ **چشتیاں:** محمد عاصم ☆ **رحیم یار خان:** شیخ محمد مبشر سلیم، اُسامہ طیب ☆ **صادق آباد:** فاطمۃ الزہرا ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** عائشہ اسلم ☆ **ہڑپہ:** محمد سہیل انور ☆ **جہانیاں:** عیشبہ نوید رندھاوا ☆ **ٹیکسلا:** نرگس بی بی ☆ **کمالیہ:** اقراء شہزاد ممتاز احمد ڈار ☆ **سرگودھا:** محمد شعیب مصطفےٰ ☆ **ساہیوال:** عائشہ شفقت ☆ **گجرات:** محمد حسن شہزاد ☆ **جے پور:** اُسامہ اختر ☆ **گوجرہ:** محمد عدنان اسلم ☆ **پشاور:** اختر منیر، ماریہ فاروق، اُسامہ بن انیس، سارہ خان ☆ **بنوں:** جہانزیب خان، مریم خالد ☆ **لکی:** احتشام الحق ☆ **چاہکان:** محمد فاروق قریشی ☆ **کچی پائند خان:** اقراء شمس ☆ **ہری پور ہزارہ:** سعد احمد سعد ☆ **کوئٹہ:** شنذریٰ احمد ڈار، فبیہا ظاہر خان ☆ **گوادر:** وقاص انجم جعفری ☆ **ڈیرہ اللہ یار:** شاہین محمد فاروق کھوسہ، عارف علی کھوسہ، خالد علی کھوسہ، عمران خان کٹبار ☆ **اوتھل:** نبیلہ قمر اللہ بلوچ، نظام الدین، نذر محمد رونجھ، سبطین عاشر ☆ **لہڑی جھنگڑ:** سحرش شاہد ☆ **کوٹلی:** محمد جواد چغتائی ☆ **بھمبر:** طیب رزاق۔

☆

جوابات معلومات افزا - ۱۷۳

یہ سوالات مئی ۲۰۱۰ء میں شائع ہوئے تھے

۱۔ حضرت ہودؑ کے زمانے میں قومِ عاد پر بادشاہ شدّاد کی حکومت تھی۔

۲۔ ذوالنورین حضرت عثمانؓ کو کہا جاتا ہے۔

۳۔ پاکستان کے پہلے وزیرِ دفاع لیاقت علی خاں تھے۔

۴۔ پاکستان کی سب سے پرانی یونی ورسٹی، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور میں ہے۔

۵۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۴ - اکتوبر ۱۱۸۷ء کو بیت المقدس فتح کیا تھا۔

۶۔ امریکی صدر روز ویلٹ باکسر بھی تھے۔

۷۔ صومالیہ براعظم افریقہ کا ایک ملک ہے۔

۸۔ دنیا کی ایک مشہور عمارت ''تاج محل'' بھارت کے شہر آگرہ میں ہے۔

۹۔ ''خواجہ حیدر علی'' مشہور شاعر آتش کا اصل نام ہے۔

۱۰۔ ''لغت'' کو فارسی زبان میں فرہنگ کہتے ہیں۔

۱۱۔ لکڑی اور کاغذ کھانے کا شوقین کیڑا دیمک ہے۔

۱۲۔ انسان کی ریڑھ کی ہڈی میں ۳۳ مہرے ہوتے ہیں۔

۱۳۔ نرائن گنج نامی شہر بنگلا دیش میں واقع ہے۔

۱۴۔ سیارہ زہرہ کو فارسی زبان میں ناہید کہتے ہیں۔

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: ''خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔''

۱۶۔ مصحفی کا یہ شعر اس طرح درست ہے:

لوگ کہتے ہیں محبت میں اثر ہوتا ہے　　　کون سے شہر میں ہوتا ہے، کدھر ہوتا ہے

انعام پانے والے خوش قسمت نونہال

◉ **کراچی:** مطھترہ ناصر، تیمور علی خان، سیدہ طیبہ فاطمہ، محمد ہاشم خان، سیدہ زہرہ امام، فائقہ عبداللہ ◉ حیدر آباد: سعد بن ضیاء، عائشہ احتشام ◉ ٹمیاری: بابر عبدالرحمان سموں ◉ مکلی: اقصیٰ احمد، وجیہہ جاوید ◉ **میر پور خاص:** سائرہ محمد اکرم ◉ سانگھڑ: محمد افضل رندھاوا ◉ حضرو (اٹک): محمد عمران ◉ راولپنڈی: محمد علی۔

۱۶ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی:** محمد راشد خان کشمیری، فاطمہ علی، مفازہ قیصر، عائشہ عبداللہ، طاہر مشتاق مہر، محمد عارف بخش راجپوت، صباء عبداللہ، ارسہ جاوید، محمد عبدالرحمان صدیقی ◉ **ٹمیاری:** عبدالرزاق سموں ◉ **مکلی:** الضحیٰ فاطمہ، اُم کلثوم، تیمور جاوید، سوہل قریشی، عائشہ بی بی ◉ **میر پور خاص:** عاصمہ عبدالحمید راٹھور، ذی شان احمد ◉ **سانگھڑ:** اشوک کمار حیدری، توشیبا الطاف، منیب احمد رندھاوا، ثناء پرویز رندھاوا، محمد ثاقب منصوری ◉ **رحیم یار خان:** شیخ محمد مبشر سلیم، اُسامہ طیب ◉ **راولپنڈی:** فصیح شبیر۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی:** فریال اسد، محمد طاہر انصاری، احدیہ خان غوری، سید محمد حذیفہ، حبیبہ حفیظ، سید محمد طیب، سید بلال حسین ذاکر، محمد وہاج شریف، فوزیہ ملک، عنبر شمس، عریبہ دلشاد خانزادہ، معاذ احمد آرائیں، محسن امیر صدیقی، بلقیس پلوشہ قمبرانی، سیدہ ثوبیہ ناز، یوسف مفتی، اصباح خان، افضال احمد خان، ربیعہ اقبال، ثمر مفتی، ارسلان خالد اسحاق، سیدہ ماہرہ عروج، حیا ندیم، شاہ محمد ازہر عالم، سید عفان علی جاوید، سیدہ عفیفہ جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، سید شہظل علی اظہر، سیدہ مریم محبوب، سید باذل علی اظہر، سید عزیر حسن، اسماء ارشد، اقصیٰ قاضی، سعد جہانگیر زبیری، طوبیٰ جہانگیر زبیری، محمد آصف انصاری ◉ **حیدر آباد:** اریبہ فاطمہ بنگش، محمد عرفان پیرزادہ، محمد حارث سلیم، محمد اُسامہ انصاری، محمد عماد، طٰہٰ یاسین ◉ **محراب پور:** نبیلہ عروج کمبوہ ◉ **سکرنڈ:** منور سعید خانزادہ راجپوت ◉ **دوڑ:** ثناء فاطمہ راجپوت ◉ **جیکب آباد:** عبدالباسط ٹالانی، محمد راشد ٹالانی بلوچ ◉ **سکھر:** دلشاد انصاری، اسماء طفیل ◉ **سنجھورو:** رانا ذوالقرنین حیدر راجپوت، رانا مبین حیدر راجپوت، خالدہ عبدالقدوس، محمد امین سیف الملوک ◉ **لاہور:** ارمغان الرحمان، قراۃ العین قاضی، ابوبکر ایوب، زاہد امتیاز ◉ **گوجرانوالہ:** نبیجہ نور ◉ ٹوبہ

ٹیک سنگھ: عائشہ اسلم ۞ **ڈیرہ غازی خان:** سعدیہ اختر ۞ **ملتان:** سیدہ رغینہ بخاری، فلکیسہ بخاری، محسن بخاری، حافظ محمد یوسف، محمد سعید کشمیری، محمد رضا علی سرگانہ ۞ **جہانیاں:** عیشہ نوید رندھاوا ۞ **اوچھالی:** طاہر اسلم ۞ **کالا گجراں:** محمد افضل ۞ **ساہیوال:** ماریہ شفقت ۞ **بہاول نگر:** اسماء خلیل ۞ **احمد پور شرقیہ:** آفاق حسن، باسط علی ۞ **راولپنڈی:** محمد حسن ساجد، ربیعہ آفتاب ۞ **اسلام آباد:** محمد نعمان شفیع، نازش ریاض، دامنِ زہرا ۞ **کوئٹہ:** فبیہا ظاہر خان ۞ **گوادر:** وقاص انجم جعفری ۞ **پکی پائندخان:** اقراء شمس ۞ **جمرود:** ظہیر عالم آفریدی۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

۞ **کراچی:** عائشہ عالم، محمد بلال صدیقی، کومل محمد اقبال، محمد سعد رسول خان مہمندی، سیدہ حرا نقوی، عائشہ محمود حسن، حبیبہ تنویر علی حیدر شاہ، طوبیٰ رضا، حسام توقیر، کنزہ شاکر، ہدیٰ وسیم خان، شفق انجم غلام سبحانی، مریم رحمان، ثاقب تنویر، ارسلان ریحان عقیل، رخشندہ کنول، ماہین انور بیگ ۞ **حیدرآباد:** محمد ارحم حسن صدیقی ۞ **اوباڑو:** محمد بلاول بوزدار ۞ **سانگھڑ:** کرن اقبال بھٹی، صدف عبدالسلام قریشی ۞ **میر پور خاص:** جبیں سروش ۞ **ٹنڈو جان محمد:** کنول عبدالستار ٹالپر ۞ **جھڈو:** شہزیم راجا ۞ **لاڑکانہ:** نبی بخش ابڑو، معتبر خان ابڑو، سجاد حسین جعفری ۞ **فیصل آباد:** حافظہ سیرت فاطمہ، سیدہ عائشہ محسن علی ۞ **دینہ:** وسیم اکرم ۞ **واہ:** علشباہ مقصود، ایمن خالد، فیضان خالد ۞ **راولپنڈی:** رابیل حنا، فریحہ ناز ۞ **سرگودھا:** محمد شعیب مصطفی ۞ **جھنگ:** محمد ابوبکر جبار ۞ **ملتان:** حافظ عبدالمقیت چغتائی، زبیر احمد حنفی، علی اطہر قریشی ۞ **بہاول نگر:** اُسامہ بن سلیم ۞ **احمد پور شرقیہ:** سید مظاہر الحسن شاہ صاحب ۞ **ساہن پال:** سید محمد وجدان خضر نوشاہی ۞ **موچھ (میانوالی):** محمد ہاشم ۞ **ماڑی انڈس:** میاں محمد اشفاق ۞ **جھور:** منان عابد ۞ **گجرات:** محمد حسن شہزاد ۞ **کوئٹہ:** شندریٰ احمد ڈار ۞ **ڈیرہ اللہ یار:** شاہین محمد آصف، فاروق علی کھوسہ، عمران علی کٹبار ۞ **پشاور:** ماریہ فاروق ۞ **کوٹلی (آزاد کشمیر):** شہریار احمد چغتائی۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

۞ **کراچی:** محمد شاہد کھتری اٹاری والے، ثانیہ محمد سعید، اُم حبیبہ غلام علی، رضی اللہ خان، وردہ مصطفی، مطہرہ (ح) شکیل احمد، حور بانو اشرف، وجیہہ زبیر، میمونہ خان، سیدہ افرا حق، ریبا جبین، عبدالواحد بوڑا، احمس ناصر، محمد صہیب علی، واجد نگینوی، عباس حسین، محمد انس حمیدی، شاداب ریاض، سید عمر رضا ۞ **حیدرآباد:** زینب رشید احمد، رضی سلطان، اقرا محمد یونس ۞ **ٹنڈو الہیار:** سمیرا اوریل، مائرہ عابد جعفر، محمد آصف یاسین کھتری، فرحان یاسین کھتری ۞ **گھوٹکی:** خوشبخت، زویا، دعا، احسان، حسنین، اقصیٰ، محمد علی ۞ **شہداد پور:** راشد علی عمرانی ۞ **سکھر:** محمد حبیب عباسی ۞ **روہڑی:** شاہ نور جمشید خان، ماہ نور جمشید خان ۞ **لاہور:** تاشف احمد ۞ **فیصل آباد:** رائے محمد کاشف

رضا کھرل ◉ **واسو (جھنگ)**: محمد عمر حسن، عبدالکریم ◉ **ملتان**: سدرہ نذر، بشریٰ عبدالستار ◉ **کوٹ ادو**: زائرہ حسین ◉ **شکر درہ**: منزہ شاہین ◉ **چکی شیخ جی**: ثاقب حیات ◉ **چکوال**: محمد حارث مرزا ◉ **راولپنڈی**: ہما صفدر ◉ **اسلام آباد**: شبانہ بشیر ◉ **کالا گجراں**: صبا ممتاز ◉ **بنوں**: مریم خالد ◉ **اوتھل**: سعدیہ نذر محمد زونجہ، مدیحہ رمضان، رحمت قمر الزماں ◉ **ڈیرہ اللہ یار**: طارق علی، خالد حسین کھوسو۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی**: منیبہ عبدالغنی، سید زین الحسن، اریبہ خالد، بینش غوری، رمیسہ علوی، فرح اسلام، سلمیٰ پروین، بشیر احمد، اویس احمد خان، وریشا رفیق، طیبہ بتول، اُم ھانی منصور، واجد علی، سید اویس خواجہ، فضہ پرویز، رافعہ خالد ◉ **ٹنڈو الہیار**: ہادیہ اقبال ◉ **کھاہی راہو**: دلدار علی راجپوت ◉ **جھڈو**: ماہم زارہ محمد الیاس قائم خانی ◉ **سانگھڑ**: رافعہ رسول رحمانی ◉ **جھول**: اقصیٰ جاوید ◉ **ٹنڈو آدم**: محمد سہیل ◉ **لاہور**: احسن نوید ◉ **فیصل آباد**: اہل احسان ◉ **علی پور چٹھہ**: محمد امیر صدیق جندارن ◉ **جھنگ**: حمزہ جاوید بھٹی ◉ **ٹیکسلا**: نرگس بی بی ◉ **چکوال**: محمد سرمد مرزا ◉ **جے پور (گجرات)**: اُسامہ اختر ◉ **بہاول نگر**: عروج علی ◉ **کمالیہ**: اقراء شہزاد ◉ **راولپنڈی**: عامر ذوالفقار ◉ **ڈیرہ اسماعیل خان**: سید جمیل حسن ◉ **لکی**: احتشام الحق ◉ **پشاور**: حمزہ بن انیس۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے نونہال

◉ **کراچی**: سویرا محمد اسلم، محمد نورنوری، محمد بن اسحاق، سیدہ مریم رفیع، مصباح جاوید فاضل، طوبیٰ جاوید اقبال، فاروق جدون، اسما منیبہ فہد، سدرہ ہاشمی، شایان احمد، سید شمس الحق باری، معز احمد، حافظہ عمیرہ خادم حسین، فراز وہاب انصاری، خالد عبدالستار، رابعہ صلاح الدین، عروج قیوم صدیقی، وجیہہ غلام رسول، محمد احمد نور محمد فیصل، یسریٰ مریم، انیق احمد فاروقی ◉ **حیدرآباد**: عارفہ لطیف آرائیں، آمنہ بلوچ ◉ **ٹنڈو الہیار**: رباح عثمان ◉ **کوٹری**: نادر علی جھتیال ◉ **سکرنڈ**: عبدالصمد جاوید ◉ **میرپور خاص**: فہد احمد عزیز احمد کھتری سومرو ◉ **کوٹ غلام محمد**: محمد ارشد اللہ رکھا ◉ **سکھر**: حنیزا ء قیوم سومرو ◉ **موکل (قصور)**: محمد جواد احمد فیضی ◉ **ہڑپہ**: محمد سہیل انور ◉ **کلورکوٹ (بھکر)**: اقراء وحید ◉ **کالا باغ (میانوالی)**: عثمان علی رانجھا ◉ **ملتان**: ایم ذیشان شیرازی، عمر دراز نوناری، راؤ محمد مبشر شبیر راجپوت ◉ **دومیل (اٹک)**: سیدہ صالحہ بتول ◉ **کالا گجراں (جہلم)**: ہارون الرشید ◉ **گوجر خان**: آمنہ اکرم ◉ **راولپنڈی**: رابعہ خان ◉ **اسلام آباد**: ثمر نیک ◉ **پشاور**: سارہ خان ◉ **چاہکان (ڈیرہ اسماعیل خان)**: محمد فاروق۔

☆

نونہال لغت

جحیم	جَ حِ ی م	دوزخ کا چھٹا طبقہ۔ بہت تیز آگ۔
عمیم	عَ مِ ی م	عام۔ پورا۔ مکمل۔ بہت۔ کثیر۔ سب پر حاوی۔
اعتدال	اِ عْ تِ دَ ا ل	برابر۔ نہ کمی نہ زیادتی۔ تناسب۔ میانہ روی۔
تحلیل	تَ حْ لِی ل	کھلنا۔ علاحدہ علاحدہ ہو جانا۔ کھل جانا۔ ہضم ہو جانا۔ بچنا۔ لاغر ہونا۔ اجزا کا الگ الگ ہو جانا۔
انواع	اَ نْ وَ ا ع	نوع کی جمع۔ جنس۔ ذات۔ شکل و صورت۔ وضع۔ طور۔ ڈھنگ۔ اقسام۔ بھانت بھانت کی۔ طرح طرح کی۔
رسید	رَ سِی د	آدمی، خط یا کسی چیز کا پہنچنا۔ تحریر جس میں کسی چیز کی وصولی کا اقرار ہو۔
جل تھل	جَ لْ تھَ ل	وہ زمین جس پر بہت سا پانی ہو۔ دلدل۔ تری خشکی۔
کُٹی	کُ ٹْ ٹِی	ایک لفظ جو لڑکے، لڑکیاں تعلقات ختم کرتے وقت کہتے ہیں۔ باریک کٹا ہوا چارا۔ پانی میں گلایا ہوا کاغذ جس کے پٹھوں سے قلم دان وغیرہ بناتے ہیں۔
حتمی	حَ تْ مِی	مضبوط۔ پختہ۔ پکا۔ مستقل۔
بھرکس	بُھ رْ کَ س	ریزہ۔ چورا۔ بھوسی۔
سفوف	سَ فُ وْ ف	پسی ہوئی دوا۔ برادہ۔ پوڈر۔
حسرت	حَ سْ رَ ت	کسی چیز کے نہ ملنے کا افسوس۔ آرزو۔ ارمان۔ شوق۔ تمنا۔
مات	مَا ت	شکست۔ ہار۔
گلٹی	گِ لْ ٹِی	رسولی۔ گانٹھ۔ گرہ۔ غدود۔ گلے کے اندر کا پھوڑا۔

BAKE PARLOR
سب ہی کھاتے ہیں
BAKE PARLOR
TOMATO KETCHUP
كتشب الطماطم
catch the taste of freshness
Economy Pack
BAKE PARLOR
TOMATO KETCHUP
catch the taste of freshness
Economy Pack
1Kg
ہردم موج اُڑاتے ہیں
بیک پارلر سب ہی کھاتے ہیں
SAIHA

The Ultimate
HABANERO CHILLI Experience
It's Party for your taste buds!
A Dip Sauce made from a secret blend of finest Habanero Chillies, Rich Ripe Tomatoes, Garlic & Spices.
Shangrila Garlic Chilli Sauce a must for your meals.
Shangrila
Garlic Chilli Sauce
Shangrila
Takes the Taste...
...to the Limits
Pakistan's First Company Awarded HALAAL Certification By South African National Halaal Authority
BUREAU VERITAS
ISO 9001-2000 Certified
Member
The Association for DRESSINGS & SAUCES, USA
www.shangrila.com.pk